سلسلة المناهج الدراسية

قرآن مجید کا رسم وضبط

{توقیفیت اور اصطلاحات جدیدہ کے تناظر میں}

تالیف

الدکتور شعبان محمد اسماعیل حفظہ اللہ

{استاذ جامعہ ازہر و جامعہ ام القری}

مترجم

قاری محمد مصطفٰے راسخ وفقہ اللہ

{رکن دار المعارف اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور}

{تقدیم}

كلية القرآن الكريم والتربية الاسلامية

ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان

البدر (بونگہ بلوچاں) نزد پھول نگر قصور

www.quraancollege.com Email.quraancollege@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

27-2-13

قرآن مجید کا رسم وضبط

{توقیفیت اور اصطلاحات جدیدہ کے تناظر میں}

تالیف

الدکتور شعبان محمد اسماعیل حفظہ اللہ

{استاذ جامعہ ازہر و جامعہ ام القریٰ}

مترجم

قاری محمد مصطفے راسخ وفقہ اللہ

{رکن دار المعارف اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور}

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : قرآن مجید کا رسم وضبط

نام مؤلف : الدکتور شعبان محمد اسماعیل حفظہ اللہ

مترجم : قاری محمد مصطفی راسخ وفقہ اللہ

ناشر : کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

طباعت : 2013ء

کمپوزنگ : مکتبۃ الکتاب، فون: 0321-4210145

اہتمام : الفرقان ٹرسٹ، عبدالرؤف، فون: 0321-4210145

پریس : شفیق پریس، لاہور

یطلب من

کلیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ

ادارۃ الاصلاح ٹرسٹ پاکستان

البدر (بنگلہ اجالا) پھول نگر ضلع قصور

فون: 0333-4296679

فون: 0333-4358421

فون: 0333-4434193

فہرست

عرضِ مترجم

تمام اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآنِ مجید کو رسم عثمانی کے مطابق لکھنا فرض اور واجب ہے اور رسم عثمانی کو چھوڑ کر کسی دوسرے رسم کے مطابق لکھنا ناجائز اور حرام ہے۔ رسم عثمانی ایک توقیفی رسم کا حکم رکھتا ہے، کیونکہ یہی وہ عظیم الشان رسم ہے جس کے مطابق نبی کریم ﷺ کے سامنے قرآن مجید لکھا گیا، عہد صدیقی میں صحف تیار کیے گئے اور عہد عثمانی میں مصاحف نقل کیے گئے اور جس پر عہد نبوی سے لے کر آج تک مسلسل عمل چلا آرہا ہے۔

زیر نظر کتاب میں مصحف قرآنی کے رسم و ضبط سے متعلق مباحث مثلاً عربی کتابت اور رسم عثمانی سے اس کا تعلق، جمع صدیقی، اسباب و منہج، نسخ عثمانی، اسباب و منہج، مصاحف عثمانیہ کی سبعہ احرف پر مشتمل ہونے کی کیفیت، رسم عثمانی کی توقیفیت وعدم توقیفیت، رسم عثمانی سے متعلق مجالس فقہیہ کے فتاویٰ، ضبط قرآن کا مفہوم اور اسباب اور تقسیم مصحف وغیرہ پر مشتمل ہے اور اس میں دلائل کی روشنی میں رسم عثمانی وضبط مصاحف کی شرعی حیثیت کو واضح کیا گیا ہے۔

کلیۃ القرآن الکریم کے تعلیمی منہج میں علم الرسم اور علم الضبط کا مضمون شامل کیے جانے کے بعد اس امر کی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ جہاں علم الرسم اور علم الضبط کے اصول وقواعد پر کتب دستیاب ہوں، وہیں ان علوم کی توقیفیت وعدم توقیفیت اور شرعی حیثیت کے حوالے سے بھی کوئی راہنما کتاب موجود ہونی چاہیے۔ علم الضبط اور علم الرسم کے اصول وقواعد پر مشتمل دو کتابیں اس سے پہلے ہی زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں اور یہ کتاب ان علوم کی شرعی حیثیت اور ان کی توقیفیت وعدم توقیفیت کے حوالے سے بنیادی مباحث کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

یہ کتاب جامعہ ازہر اور جامعہ ام القریٰ کے استاد دکتور شعبان محمد اسماعیل کی کاوش ہے۔

جنہوں نے اس میں ایک منفرد اور دلکش اسلوب میں علم الرسم اور علم الضبط کی شرعی حیثیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور اہل علم کے مختلف مذاہب کو بیان کرنے کے بعد راجح مسلک کو واضح فرمایا ہے لیکن چونکہ یہ کتاب دقیق عربی زبان میں تھی اور مبتدی طلبہ کے لیے اس سے استفادہ کرنا ایک مشکل امر تھا، چنانچہ استاد محترم فضیلۃ الشیخ القاری المقری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ کے حکم پر اس کو اردو قالب میں ڈھال دیا گیا ہے تا کہ طلبہ کے ساتھ ساتھ عامۃ الناس بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ اس میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ خالصتاً اللہ کا انعام اور فضل ہے اور اگر کوئی کوتاہی ہے تو وہ بندہ ناچیز کی تقصیر ہے جس پر بندہ بارگاہ الٰہی میں معافی کا طلب گار ہے۔

بارگاہ الٰہی میں درخواست ہے کہ وہ اس خدمت کو مؤلف، مترجم، ناشر اور تمام طالبان علم کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے اور شرف قبولیت سے سرفراز کرتے ہوئے اس کے فیض کو عام کردے۔ آمین یارب العالمین

مترجم
حافظ محمد مصطفیٰ راسخ
رکن دار المعارف، اسلامیہ کالج
ریلوے روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ، اَمَّا بَعْدُ!

قرآن مجید مخلوق کی ہدایت اور لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلانے کے لیے خالق کائنات کی جانب سے نازل کی گئی کتب سماویہ میں سے سب سے آخری کتاب ہے۔ یہ کتاب .... اور حدیث نبوی...... مالک ارض وسماء کا وہ آخری پیغام ہے، جو قیامت تک انسانیت کے لیے رشد وہدایت کا منبع ومصدر ہے۔

سابقہ کتب محدود وقت اور معین لوگوں کے لیے نازل کی گئی تھیں، جو مشیت الٰہی سے تحریف وتصحیف کا شکار ہوگئیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ ہدایت وراہنمائی فراہم کرنے سے عاجز وقاصر تھیں۔

اس کے برعکس قرآن مجید کی حفاظت کا بیڑا خود حق باری تعالیٰ نے اُٹھایا ہے، جو اپنے نزول سے لے کر آج تک ہر قسم کی تحریف وتصحیف اور تغییر وتخریب سے محفوظ ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ۝٩ ﴾ (الحجر: ۹)

''ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

یہ اللہ رب العزت کی شان ہے کہ اس نے امت محمدیہ کو قرآن مجید جیسی عظیم الشان کتاب سے سرفراز فرمایا، اور اس میں اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری کے بوجھ کو اٹھانے کی اہلیت پیدا فرمائی۔ امت محمدیہ وہ بہترین امت ہے جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ یہ امت روز قیامت سابقہ امتوں، انبیاء کرام کے ساتھ روا رکھے جانے والے ان کے طرز عمل اور پیغام الٰہی میں ان کی طرف سے کی جانے والی تحریف پر گواہی دے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا........ ﴾ (البقرة: ١٤٣)

''ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہو جائیں۔''

نزول قرآن کی ابتداء ہی سے نبی کریم ﷺ اپنی طرف کی جانے والی ہر وحی کو یاد کر لیتے تھے اور اسے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچا دیتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اسے یاد کر لیتے اور جس طرح تجوید و ترتیل کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے سنا ہوتا تھا، دیگر صحابہ کو یاد کروا دیتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَرَتِّلِ ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا ۝٤ ﴾ (المزمل: ٤)

''اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف پڑھا کر۔''

امت عربیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی زبان عربی میں قرآن مجید کو نازل فرمایا ہے۔ اس امت کا کتابت سے زیادہ حفظ پر اعتماد تھا۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے توثیق کے لیے متعدد کاتبین وحی مقرر کر رکھے تھے جو آپ پر نازل ہونے والی ہر وحی کو لکھ لیا کرتے تھے۔ ان کاتبین وحی میں سے خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم، سیدنا اُبان بن سعید رضی اللہ عنہ، سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، اور سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ قابل ذکر ہیں۔

جب بھی کوئی آیت یا آیات مبارکہ نازل ہوتیں تو نبی کریم ﷺ انہیں لکھ لینے کا حکم دیتے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی راہنمائی فرما دیتے کہ اس آیت کو فلاں فلاں سورۃ میں فلاں فلاں آیت سے پہلے یا بعد میں رکھ دو۔ چنانچہ آپ فرماتے:

((ضَعُوْا هٰذِهِ الْآيَةَ فِي السُّوْرَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا كَذَا ، قَبْلَ كَذَا وَبَعْدَ كَذَا......)) ❶

''اس آیت مبارکہ کو اس سورۃ میں رکھو، جس میں ایسا ایسا تذکرہ ہے، اور اسے ایسی آیت سے پہلے یا ایسی آیت کے بعد رکھو۔''

تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذاتی طور پر بھی قرآن مجید لکھا کرتے تھے، اور وہ جو بھی پڑھتے یا لکھتے، اسے امانت و دیانت کے ساتھ محفوظ فرما لیتے۔ اگر کسی آیت مبارکہ کے بارے میں ان کا اختلاف ہو جاتا تو فرماتے کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں بن فلاں کو پڑھائی ہے اور وہ مدینہ سے باہر چند میل........... ایک روایت میں ہے کہ تین میل .... کے فاصلے پر رہتا ہے۔ چنانچہ وہ مدینہ سے کسی شخص کو اس کے پاس روانہ کرتے اور اس سے پوچھتے:

((كَيْفَ أَقْرَأَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ آيَةَ كَذَا وَكَذَا؟ فَيَقُوْلُ: كَذَا وَكَذَا ، فَيَكْتُبُوْنَ كَمَا قَالَ .)) ❷

''تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کیسے پڑھائی ہے؟ وہ کہتا: ایسے اور ایسے پڑھائی ہے۔ پس وہ اس کے بتلائے ہوئے قول کے مطابق لکھ لیتے تھے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھجور کی شاخوں، پاکیزہ ہڈیوں، چمڑے اور پتھر وغیرہ جیسے اس زمانے میں میسر وسائل پر قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں پورا قرآن مجید بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں میں محفوظ ہو چکا تھا، اور پیچھے بیان کیے گئے طریقے کے مطابق سطور میں لکھا بھی جا چکا تھا۔ مگر وہ متفرق جگہوں پر غیر مرتب السور حالت میں موجود تھا۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ ابو داؤد، كتاب الصلاة، باب من جهر بها، أي بالبسملة، ترمذي، أبواب التفسير، في تفسير سورة التوبة، وقال: حديث حسن لا نعرفه الا من حديث عوف عن يزيد الفارسي عن ابن عباس، مسند أحمد: ۱/ ۵۷، ۵۹۔ نسائي، كتاب فضائل القرآن، مستدرك حاكم: ۲/ ۲۲۱، ۲۲۲، وابوداؤد في المصاحف: ۱/ ۲۳۰.

❷ المقنع لابي عمرو الداني: ۸

کی تعلیم کے مطابق اس کی ترتیب سے بخوبی آگاہ تھے۔

قرآن مجید کو ایک جگہ جمع نہ کرنے کی حکمت شاید یہ تھی کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں موت تک، مسلسل وحی نازل ہو رہی تھی اور حالات کے مطابق بعض آیات منسوخ بھی کی جا رہی تھیں۔ اس صورتحال میں اگر قرآن مجید کو ایک جگہ جمع اور مرتب کر دیا جاتا تو اختلاف واختلاط کا خدشہ پیدا ہو جاتا۔ چنانچہ حق باری تعالیٰ نے زمانۂ نسخ کے اختتام تک اسے صحابۂ کرام کے دلوں میں محفوظ رکھا۔ یہاں تک کہ خلیفۂ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اسے ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔ ❶

جب خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتوحات اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہو گیا تو عرب وعجم کا باہمی اختلاط شروع ہوا۔ اس دور میں ہر شہر کے لوگ اپنے درمیان مشہور کسی صحابی رسول ﷺ سے قراءت سیکھتے تھے، اور مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مختلف وجوہ کے ساتھ انہیں پڑھایا تھا۔ جب وہ کسی ایک جگہ جمع ہوتے اور ایک دوسرے کی قراءت سنتے تو ہر شخص اپنی قراءت کو صحیح اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دیتا۔ جس سے فتنہ پھیلنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس صورتحال کی نزاکت کے پیش نظر خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عہد صدیقی میں جمع کیے گئے مصحف سے متعدد مصاحف تیار کروائے اور مختلف اسلامی شہروں کی طرف روانہ کر دیئے۔

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں لکھے گئے ان مصاحف کے بعض کلمات کا رسم، رسم املائی کے مخالف ہے...... جیسا کہ آگے ہم بیان کریں گے، ان شاء اللہ...... چنانچہ یہ رسم، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت سے رسم عثمانی کے نام سے مشہور ہو گیا۔

جب سیدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے عہد میں، اسلام میں داخل ہونے والے غیر عربوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور کلام عرب میں غلطی عام ہو گئی تو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ غلطی قرآن مجید کی حدود تک نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ رسم عثمانی کو ہاتھ لگائے بغیر صحیح نطق

❶ بخاری: کتاب فضائل القرآن.

پر دلالت کرنے والی علامات ضبط وضع کی گئیں، جنہیں اصطلاح میں نقط الاعراب اور نقط الاعجام کہا جاتا ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔

پھر ان علامات ضبط پر بعض مزید تحسینیات داخل کر دی گئیں، یہاں تک کہ مصاحف کی موجودہ حالت سامنے آگئی، جو آج کل ہمارے ہاں رائج ہے۔

آج کل بعض ایسی آوازیں اٹھ رہی ہیں، جن کا مطالبہ ہے کہ مصحف کو رسم املائی (قیاسی) کے مطابق لکھا جائے، کیونکہ عامۃ الناس رسم عثمانی سے قراءت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

چنانچہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اس مسئلہ میں علماء کے موقف کی وضاحت کر دوں کہ آیا رسم عثمانی توقیفی ہے، جس کی مخالفت ناجائز ہے؟ یا توقیفی نہیں ہے اور اس میں اجتہاد اور رسم املائی کے مطابق کتابت کرنے کی کوئی گنجائش موجود ہے؟

یہ بحث مندرجہ ذیل نقاط پر مشتمل ہے:

- عربی کتابت اور رسم عثمانی سے اس کا تعلق
- جمع صدیقی، اسباب و منہج
- نسخ عثمانی، اسباب و منہج
- مصاحف عثمانیہ کی تعداد
- مصاحف عثمانیہ کی سبعہ اُحرف پر مشتمل ہونے کی کیفیت
- رسم عثمانی کے مظاہر اور اہل علم کا موقف
- رسم عثمانی توقیفی ہے یا اصطلاحی؟
- رسم عثمانی سے متعلق مجالس فقہیہ کے فتاویٰ جات
- ضبط قرآن کا مفہوم اور اسباب
- تقسیم مصحف اور اس کے اسباب
- خاتمہ بحث

بارگاہ الٰہی میں درخواست ہے کہ وہ اسے خالصتاً اپنی رضا کے لیے خاص کرے، اور تمام مسلمانوں کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

الدکتور/شعبان محمد اسماعیل

مکہ مکرمہ: ۱۴۱۷ھ......۱۹۹۷ م

عربی کتابت اور رسم عثمانی سے اس کا تعلق

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے سریانی اور عربی زبان میں کتابت کی۔ ❶

ایک قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے سیدنا ادریس علیہ السلام نے کتابت کی۔ اس قول کے قائلین نے ابن حبان کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِدْرِیْسُ أَوَّلُ مَنْ خَطَّ بِالْقَلَمِ)) ❷

"سیدنا ادریس علیہ السلام نے سب سے پہلے قلم کے ساتھ لکھا۔"

امام ابن العربی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے سیدنا جبریل علیہ السلام سے صحیح اور فصیح عربی زبان سیکھی، یہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ ❸

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدنا ھود علیہ السلام عربی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ اسی طرح ان سے مروی ہے کہ عربی خط سب سے پہلے سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے ایجاد کیا۔ ❹

کتابت عربی کے موجد اول کے بارے میں متعدد آراء پائی جاتی ہیں، جنہیں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایة والنهایة (۱۱۳/۱) میں نقل کیا ہے۔ پھر وہ ان آراء کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کلام عرب قبیلۂ جرہم سے سیکھی، جو مکہ میں سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے پاس اترے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر فصیح عربی جاری فرما

---

❶ البرهان للزركشي: ۳۷۷/۱
❷ الاحسان بترتیب ابن حبان: ۲۸۸/۱
❸ أحكام القرآن: ۱۹٤٥/٤
❹ البرهان للزركشي: ۳۷۷/۱

دی، جوامت عربیہ تک پہنچ گئی، جس میں قرآن مجید نازل ہوا ہے۔“

یہ بات تو واضح ہے کہ عہد نبوت میں کتابت جاننے والوں کی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ جن میں سے مکہ میں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم، سیدنا ابوسفیان، سیدنا طلحہ بن عبید اللہ، سیدنا معاویہ بن ابوسفیان، سیدنا اَبان بن سعید اور سیدنا العلاء بن الحضرمی، جبکہ مدینہ میں سیدنا عمر بن سعید، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا زید بن ثابت اور سیدنا منذر بن عمرو رضی اللہ عنہم اجمعین قابل ذکر ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو تعلیم اور کتابت کی نشر و اشاعت پر خصوصی توجہ دی۔ حتی کہ غزوہ بدر میں گرفتار ہونے والے بعض مفلس قیدیوں کا فدیہ، مسلمانوں کے بچوں کو کتابت و قراءۃ سکھلانا مقرر کیا۔ ❶

ان اصطلاحات کے نتیجے میں کتابت ہر طرف پھیل گئی اور تمام مفتوح اسلامی مملکت میں عام ہوگئی۔ مسلمان اہل علم نے کتابت کے اُصول و قواعد مدون کیے اور اس پر بعض تحسینیات داخل کیں۔ جس سے وہ اپنی موجودہ کامل ترین شکل میں سامنے آ گئی۔

علمائے کوفہ اس میدان کے سب سے بڑے شاہسوار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خط کی نسبت علماء کوفہ کی جانب کی جانے لگی اور اسے خط کوفی کہا جانے لگا۔ علمائے کوفہ کے بعد علمائے بصرہ نے اس میدان میں خدمات انجام دیں۔ یہاں تک کہ بنوعباسیہ کے خلیفہ مقتدر باللہ کے وزیر ابوعلی محمد بن مقلہ نے خط کوفی میں مناسب تبدیلیاں کیں اور اسے موجودہ شکل میں تبدیل کیا۔ اس کام کی انجام دہی میں انہیں ابو الحسن، علی بن ہلال البغدادی المروف بابن البواب کی معاونت حاصل رہی۔ ان کے بعد ہر دور میں متعدد اہل علم نے اس میدان میں شاندار خدمات انجام دیں۔ یہاں تک کہ کتابت رونق، خوبصورتی اور حسن ترکیب میں اپنی اس موجودہ شکل تک جا پہنچی۔ ❷

کتابت کا اصل حکم یہ ہے کہ کلمہ کو ابتداء و وقف کا لحاظ رکھتے ہوئے نطق کے مطابق بغیر

---

❶ زاد المعاد: ٦٥/٥

❷ المزهر للسيوطي: ٣٤٩/٤، عيون الأخبار لابن قتيبة: ٢٣/١

کسی کمی وزیادتی کے لکھا جائے، کتابت کی اس صورت کو رسم املائی کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید کے اکثر کلمات کی کتابت اسی قاعدے کے مطابق ہوتی ہے۔ جبکہ بعض کلمات اس قاعدے کے خلاف بھی لکھے جاتے ہیں۔ جیسے لفظ ((الصلاۃ)) کو ((الصلوۃ)) اور لفظ ((الزکاۃ)) کو ((الزکوۃ)) لکھا جاتا ہے۔ ان دونوں کلمات کی کتابت واؤ کے ساتھ جبکہ نطق الف کے ساتھ ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض کلمات میں الف، واؤ یا یـاء کو حذف کر دیا جاتا ہے یا زیادہ کر دیا جاتا ہے۔ اس خلاف قاعدہ کتابت کو رسم عثمانی یا رسم اصطلاحی کہا جاتا ہے۔ [1]

علمائے کرام نے رسم عثمانی کی کتابت کا یہ طریقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لکھے ہوئے مصاحف سے مستنبط کیا ہے، جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لکھے تھے، اور آپ نے اس کتابت کو باقی رکھا تھا۔

[1] اہل علم فرماتے ہیں کہ خط کی تین اقسام ہیں: (۱) خط مصحف: اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کتابت کی اقتداء کی جاتی ہے۔ (۲) خط عروض: اس میں متکلم کے تلفظ کی اتباع کی جاتی ہے۔ جو متکلم بولتا ہے اسے لکھ لیا جاتا ہے اور جو نہیں بولتا، اسے نہیں لکھا جاتا۔ اسی لیے اس خط میں تنوین لکھی جاتی ہے مگر ہمزہ وصلی نہیں لکھا جاتا کیونکہ وہ نطق میں نہیں آتا۔ (۳) خط قیاسی: اس میں ابتداء و وقف کا لحاظ کرتے ہوئے کلمہ کو اس کے حروف تہجی پر لکھا جاتا ہے۔ دیکھئے: البرهان للزركشي: ١/٣٧٦، لطائف الاشارات لفنون القراءات للقسطلاني: ١/٥١، شرح مورد الظمان للخراز: ١/٦، لطائف البيان في رسم القرآن للشيخ أحمد أبو زيت حار: ١/٦٤

جمع صدیقی...... اسباب و منہج

اسباب:

اہل علم نے خلیفۂ اوّل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جمع قرآن کے متعدد اسباب ذکر کیے ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور منصب خلافت کی ذمہ داری سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر آن پڑی تو بعض عرب قبائل مختلف اسباب کی بنیاد پر اسلام سے مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ جیسے بعض اسلامی حقوق کا انکار کر دیا اور بعض قبائل مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے ساتھ جا ملے۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں پورا جزیرۃ العرب اسلام کے سائے تلے آ گیا۔

ان فتنوں کی سرکوبی کے لیے لشکر اسلامی میں قرآن مجید کے حفاظ کی بہت بڑی تعداد نے شرکت فرمائی اور مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی جانے والی اس لڑائی معرکۂ یمامہ میں متعدد حفاظ کرام مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ اور دیگر معارک میں ہونے والی کثیر تعداد میں حفاظ کرام کی شہادتوں کو دیکھا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ تاکہ ان حفاظ کرام کی شہادتوں سے قرآن ضائع نہ ہو جائے۔

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (ت ۴۵ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

((أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُوبَكْرٍ الصِّدِّيقُ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ، فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ، قَالَ أَبُوبَكْرٍ رضی اللہ عنہ: إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ: إِنَّ

الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْآن، وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآن وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآن قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ عُمَرُ: هٰذَا وَاللّٰهِ خَيْرٌ، فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِي لِذَلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ قَالَ زَيْدٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآن قُلْتُ كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُوَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ أَبُو بَكْرٍ يُرَاجِعُنِي حَتّٰى شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ حَتّٰى وَجَدْتُ آخِرَ سُورَةِ التَّوْبَةِ مَعَ أَبِي خُزَيْمَةَ الْأَنْصَارِيِّ لَمْ أَجِدْهَا مَعَ أَحَدٍ غَيْرِهِ ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ حَتّٰى خَاتِمَةِ بَرَاءَةَ فَكَانَتِ الصُّحُفُ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ عِنْدَ عُمَرَ حَيَاتَهُ ثُمَّ عِنْدَ حَفْصَةَ بِنْتِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.))[1]

”سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ یمامہ کے موقع پر مجھے بلا بھیجا، اور آپ کے پاس سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

[1] بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، کتاب التوحید، باب (وکان عرشه علی الماء.........)، فتح الباری: ۹/۱۰، ۱۳/۴۰۴

کہا: میرے پاس سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: جنگ یمامہ کے دن بہت زیادہ قراء کرام نے جام شہادت نوش فرمایا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ، اگر اسی طرح قراء کرام کی شہادتوں کا سلسلہ جاری رہا تو، کہیں قرآن مجید کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ کسی کو حکم دے کر قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کروالیں۔ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کیسے وہ کام کر سکتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو؟! سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ خیر ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس پر مسلسل اصرار کرتے رہے، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ کھول دیا اور اب میری بھی وہی رائے ہے جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ایک عقل مند نوجوان آدمی ہیں، ہمیں آپ پر کوئی اشکال بھی نہیں ہے نیز آپ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔ لہٰذا آپ قرآن مجید کو متفرق جگہوں سے تلاش کر کے ایک جگہ جمع فرما دیں۔ اللہ کی قسم! اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو اٹھانے کا حکم دیتے تو جمع قرآن کے اس عظیم کام سے زیادہ مجھ پر بھاری نہ ہوتا۔ میں نے کہا: آپ کیسے وہ کام کر سکتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! یہ خیر ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلسل اصرار کرتے رہے، حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے میرا سینہ بھی کھول دیا، جس کے لیے سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا کھولا تھا۔ چنانچہ میں نے قرآن مجید کو کھجور کی شاخوں، ہڈیوں، چمڑے کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔ حتی کہ سورۃ توبہ کی آخری دو آیات ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ سے لے کر آخر سورۃ تک مجھے سیدنا ابو خزیمہ انصاری کے علاوہ کسی کے پاس نہ ملیں۔ جب پورا قرآن مجید ایک

جگہ جمع ہو گیا تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس محفوظ کر لیا، جو آپ کی وفات تک آپ کے پاس رہا، آپ کی وفات کے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس منتقل ہو گیا اور ان کی زندگی میں ان کے پاس موجود رہا، پھر آپ کی شہادت کے بعد آپ کی بیٹی ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہا۔"

اسلوب و منہج:

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مکمل قرآن مجید کے حافظ تھے۔ اس کے باوجود انہوں نے قرآن مجید کی حفاظت اور مقام و مرتبے کے شایان شان ایک منہج مقرر کیا اور اس کے مطابق پورے قرآن مجید کو جمع کیا۔ تاکہ کوئی غیر قرآن شے یا چیز، قرآن کا حصہ نہ بن جائے اور قرآن مجید کا کوئی حرف یا کلمہ ناقص نہ رہ جائے۔ آپ اس وقت تک کوئی آیت مبارکہ نہیں لکھتے تھے جب تک دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ گواہی نہ دیتے تھے کہ یہ آیت مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی ہے، اور ان وجوہ کے مطابق ہے، جن پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ صرف حفظ پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔ نیز اس بات کا بھی لحاظ رکھتے تھے کہ وہ آیت مبارکہ منسوخ نہیں ہوئی اور عرصۂ اخیرہ میں ثابت تھی۔ [1]

اعتراض:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سورۃ توبہ کی آخری دو آیات کی کتابت میں اس قاعدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں آیات انہوں نے فقط ایک صحابی ابو خزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پائی تھیں۔ اس میں دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گواہی نہیں لی گئی۔

جواب:

دراصل بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں آیات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے میں خود سیدنا

---

[1] فتح الباری: ۳۸۸/۱۰، کتاب المصاحف للسجستانی: ۱۸۱/۱، تحقیق الدکتور محب الدین عبد السبحان طبع قطر

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ لہٰذا یہاں بھی قاعدے کی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ [1]

امام ابن ابی داؤد رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

((أَتَى الْحَارِثُ ابْنُ خُزَيْمَةَ بِهَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ بَرَآئَةَ فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنِّيْ سَمِعْتُهُمَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَوَعَيْتُهُمَا، فَقَالَ عُمَرُ: وَأَنَا أَشْهَدُ لَقَدْ سَمِعْتُهُمَا.)) [2]

''سیدنا حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ سورۃ توبہ کی ان دونوں آخری آیات کو لے کر آئے اور گواہی دی کہ میں نے ان دونوں آیات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور محفوظ کیا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں بھی گواہی دیتا کہ میں نے بھی ان دونوں آیات کو سنا ہے۔''

اس عظیم الشان مہم کی ادائیگی پر سیدنا زید بن ثابت کو اس لیے منتخب کیا گیا، کیونکہ آپ ایک عقل مند، نوجوان اور تہمت سے پاک شخص تھے، نیز آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی بھی رہے جیسا کہ صحیح بخاری کی سابقہ روایت میں گذرا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ ، لَانَتَّهِمُكَ ، وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ))

''آپ ایک نوجوان عقل مند آدمی ہیں۔ ہم آپ پر کوئی تہمت نہیں لگاتے، نیز آپ رسول اللہ کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔''

مذکورہ صفات جمیلہ آپ کی اس عظیم الشان خدمت کی ادائیگی کا سبب نہیں۔ کیونکہ

---

[1] دیگر اَحادیث نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوخزیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے مساوی قرار دیا تھا، اس لحاظ سے تنہا ان کی شہادت دو شہادتوں کے قائم مقام ہے۔ لہٰذا قاعدے کی خلاف ورزی والی بات لغو ہو جاتی ہے۔ ابو داود: ۳۶۰۷ (مترجم)

[2] فتح الباری: ۱۲/۹

جوان آدمی کام کرنے کی زیادہ قدرت رکھتا ہے اور یہ ایک نہایت مشکل کام تھا۔ عقل مند آدمی معلومات کو بہتر طریقے سے محفوظ کر سکتا ہے، تہمت سے پاک ہونے کی وجہ سے دل ان سے مطمئن ہو جاتا ہے اور کاتب وحی ہونے کی وجہ سے وہ جلدی سے لکھ سکتے تھے اور یہی وہ صفات ہیں جن کی بنیاد پر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں نسخ مصاحف کی کمیٹی کا آپ کو نگران اور سربراہ مقرر کیا گیا۔ تفصیل آگے آ رہی ہے۔ [1]

اس جلیل القدر خدمت کی ادائیگی پر تقریباً ایک سال کا عرصہ صرف ہوا، کیونکہ جنگ یمامہ گیارہ ہجری کے آخری یا بارہ ہجری کے ابتدائی مہینوں میں واقع ہوئی اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جمادی الأول تیرہ ہجری میں وفات پائی اور جمع قرآن کا کام آپ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل مکمل ہو گیا تھا۔ جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جن صحف میں قرآن مجید کو جمع فرمایا تھا وہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیئے جو ان کی زندگی میں ان کے پاس رہے، پھر ان کی وفات کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے، پھر ان کی شہادت کے بعد سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے، حتی کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں منگوا کر ان سے متعدد مصاحف تیار کروائے۔ [2]

فوائد:...... مذکورہ بالا کلام سے درج ذیل فوائد مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ عہد صدیقی میں جمع قرآن کا سبب، مختلف جنگوں میں قراء کرام کی کثیر شہادتوں کی وجہ سے ضیاع قرآن کا اندیشہ تھا۔ خصوصاً جنگ یمامہ میں بہت زیادہ قراء کرام نے جام شہادت نوش فرمایا۔

۲۔ یہ فقط نقل اور جمع تھی، چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں قرآن مجید متفرق جگہوں یعنی چمڑے، پتھر کی تختیوں اور جانوروں کی ہڈیوں وغیرہ پر لکھا ہوا موجود تھا اور ایک جگہ جمع نہیں تھا۔ چنانچہ عہد صدیقی میں اسے سورتوں اور آیات کی ترتیب لگا کر ایک جگہ جمع

---

[1] فتح الباری: ۳۸۷/۱۰، رسم المصحف للدکتور غانم قدوری: ۱۰۴ ط العراق

[2] تاریخ طبری: ۴۱۹/۳، البرھان للزرکشی: ۲۳۸/۱

کر دیا گیا اور اس کا نام ((الصحف)) رکھا گیا۔

امام ابوعبداللہ المحاسبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کتابت قرآن بدعت نہیں ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنے کا حکم دیا اور یہ ان اوراق کی مانند ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بکھرے پڑے ہوں اور کوئی شخص انہیں جمع کر کے دھاگے کے ساتھ سلائی کر دے۔ تاکہ ان میں سے کوئی شے ضائع نہ ہو۔'' [1]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں بعض ایسے مصاحف سامنے آئے، جو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی ذاتی تلاوت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یا کاتبین وحی کی کتابت کو دیکھ کر لکھے تھے۔ جیسے مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان ذاتی مصاحف میں بعض آیات کی تفاسیر اور بعض شاذ قراءات بھی لکھی ہوئی تھیں۔ لہٰذا سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سرکاری مصاحف کی مختلف شہروں کی طرف روانگی کے بعد دیگر تمام مصاحف کو جلا دینے کا حکم دے دیا۔ [2]

---

[1] البرھان: ۱/۲۳۸۔ الاتقان: ۱/۶۰

[2] المصاحف: ۱/۲۰۴۔ الاتقان: ۴/۱۵۸

عہد عثمانی میں نسخ مصاحف......اسباب و منہج

تمہید:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَقْرَأَنِي جِبْرِيْلُ عَلٰى حَرْفٍ ، فَرَاجَعْتُهُ ، فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهُ وَيَزِيْدُنِي حَتّٰى انْتَهٰى إِلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ .)) ❶

''مجھے جبریل علیہ السلام نے ایک حرف پر قرآن مجید پڑھایا، پس میں نے ان سے تکرار کیا اور مسلسل اصرار کر کے زیادہ طلب کرتا رہا اور وہ زیادہ کرتے رہے، حتی کہ سات حروف تک پہنچ گئے۔''

اس امر میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے اور ((أنزل القرآن علی سبعة أحرف)) احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔

نبی کریم ﷺ ان تمام ساتوں حروف کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ تمام حروف آپ ﷺ سے اخذ نہیں کیے۔ بلکہ کسی نے ایک حرف سیکھا تو کسی نے دو سیکھے، تو کسی نے دو سے زائد حروف حاصل کیے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں میں پھیل گئے تو تابعین نے ان سے وہی حروف اخذ کیے جو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اخذ کیے تھے۔ چنانچہ ناقلین قراءت کا اختلاف ہو گیا۔ بعض نے ایک معین قراءت نقل کی تو دیگر نے وہ نقل نہ کی، کیونکہ انہوں نے وہ قراءت سنی ہی نہیں تھی۔

ہر صوبے یا شہر کے لوگ اپنے درمیان کسی مشہور صحابی کی قراءت پڑھتے تھے۔ جیسے اہل شام سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت، اہل کوفہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت اور

❶ بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب انزل القرآن علی سبعة: ٤٩٩١۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب بیان أن القرآن علی سبعة أحرف: ٨١٩/٢٧٢

دیگر لوگ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے تھے۔ ❶

باوجودیکہ مسلمانوں کو اس بات کا علم تھا کہ یہ قراءات متعدد وجوہ پر مشتمل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت محمدیہ پر بطور آسانی و رخصت کے نازل کی گئی ہیں، مرورِ ایام اور طوالت زمانہ کے ساتھ ہر صوبے کے لوگوں کے قلوب و اذہان میں یہ بات پختہ ہوتی گئی کہ ان کی قراءت اُصح اور اَولیٰ ہے۔ چنانچہ جب وہ کسی جگہ میدان جہاد یا اجتماع میں اکٹھے ہوتے تو ایک دوسرے کی قراءت کا انکار کر دیتے۔

نسخ مصاحف کے اسباب

مختصراً چند اسباب درج ذیل ہیں:

۱۔ مختلف شہروں اور صوبوں کے لوگوں کا قراءت میں اختلاف:

جیسا کہ تمہید میں گذر چکا ہے۔ نیز امام بخاری رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

> "سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ ان دنوں اہل شام اور اہل عراق اکھٹے مل کر آرمینیہ اور آذربائیجان میں جہاد کر رہے تھے۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب قراءت میں ان کا اختلاف دیکھا تو نہایت پریشان ہوئے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! اس امت کو سنبھالیے قبل اس کے کہ یہ کتاب اللہ میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف کرنے لگیں۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ عہد صدیقی میں لکھے گئے صحف ہمارے پاس بھیج دیں۔ ہم انہیں مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کر دیں گے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

---

❶ المصاحف: ۱/ ۱۹۰

(ت ۴۵ھ)، سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (ت ۷۳ھ)، سیدنا سعید بن عاص رضی اللہ عنہ (ت ۵۸ھ) اور سیدنا عبد الرحمٰن بن حارث بن ھشام رضی اللہ عنہ (ت ۴۳ھ) کو حکم دیا کہ وہ ان صحف کو مصاحف میں نقل کر دیں اور تین قریشی صحابہ (یعنی آخری تین سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے علاوہ) کو حکم دیا کہ جب کسی شے میں تمہارا اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہو جائے تو اسے لغت قریش میں لکھو، کیونکہ قرآن مجید اسی لغت میں نازل ہوا ہے۔ [1] چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب تمام صحف مصاحف میں نقل ہو گئے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ صحف سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس لوٹا دیئے، اور ہر طرف ایک ایک مصحف روانہ کر دیا اور حکم دے دیا کہ ان سرکاری مصاحف کے علاوہ تمام ذاتی صحیفے اور مصاحف جلا دیئے جائیں۔'' [2]

۲۔ معلمین قرآن کا اختلاف:

قرآن مجید کی تعلیم دینے والے معلم قراء کرام بچوں کو ان حروف (یعنی لہجات وقراءات) کے مطابق تعلیم دیتے تھے، جو انہوں نے خود سیکھے ہوئے تھے، چنانچہ مختلف روایات میں

---

[1] ابتداء ً قرآن مجید لغت قریش ہی میں نازل ہوا تھا۔ جس پر رسول اللہ ﷺ نے زیادتی طلب کی تھی۔ ((أقرأني جبریل علی حرف فراجعته......)) (بخاری۔ مسلم) ''جبریل سب سے پہلے حرف قریش لے کر ہی نازل ہوئے پھر دیگر حروف لاتے رہے۔'' جبریل ہر رمضان میں آپ کے ساتھ دور فرمایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ حسب ضرورت دیگر حروف وکلمات نازل کرتے رہتے تھے۔ امام ابو شامہ بعض شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ: قرآن مجید پہلے لغت قریش اور ان کے پڑوس میں موجود فصیح لغات میں نازل ہوا۔ پھر اہل عرب کو اپنی اپنی لغات میں پڑھنے کی اجازت دے دی گئی، اور کسی کو اپنی لغت چھوڑ کر دوسری لغت میں پڑھنے کا مکلف نہ بنایا گیا تاکہ مشقت نہ ہو۔ یا پھر ((نزل بلسانھم)) سے مراد اس کا اکثر حصہ ہے۔ یا وہ اصطلاحات ہیں جو انہوں نے کتابت کے لیے مقرر کی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کا لفظ ((التابوت)) کی تاء میں اختلاف ہوا تو انہوں نے کتابت قریش کی طریق پر عمل کرتے ہوئے اسے لمبی تاء کے ساتھ لکھا۔ کتاب المصاحف: ۱/۲۰۷، ۲۰۸

[2] بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن۔ ترمذی، أبواب التفسیر: ۴/۳۴۷، ۳۴۸۔ شرح السنة للبغوی: ۴/۵۱۹۔ فضائل القرآن لابن کثیر: ۳۰۔ المصاحف: ۱/۲۰۴

تلاوت کرنے والے متعدد طبقات پیدا ہو گئے اور ان کے قلوب و اذہان میں یہ بات پختہ ہو گئی کہ جن حروف پر وہ تلاوت کرتے ہیں وہی صحیح و درست ہیں۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ سیدنا ابو قلابہ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ
''عہد عثمانی میں بعض معلمین ایک قراءت کے ساتھ پڑھاتے تھے، تو بعض دوسری قراءت کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ یعنی بعض معلمین ایک صحابی کی قراءت کے مطابق تعلیم دیتے تو بعض کسی دوسرے صحابی کی قراءت کے مطابق تعلیم دیتے تھے۔ جب وہ بچے ایک جگہ جمع ہوتے تو ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگتے، اور بچوں کا یہ اختلاف ان کے معلمین کے اختلاف تک جا پہنچا اور انہوں نے بھی ایک دوسرے کی قراءت کا انکار کرنا شروع کر دیا۔''

راوی ابو ایوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معلمین نے ایک دوسرے کی تکفیر کرنا شروع کر دی۔ جب یہ معاملہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

((أَنْتُمْ عِنْدِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَتَلْحَنُوْنَ ، فَمَنْ نَأَى عَنِّيْ مِنْ أَهْلِ الْأَمْصَارِ أَشَدُّ فِيْهِ اخْتِلَافًا ، وَأَشَدُّ لَحْنًا ، اجْتَمِعُوْا يَا أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ! فَاكْتُبُوْا لِلنَّاسِ إِمَامًا .))

''تم میرے پاس ہوتے ہوئے یہ اختلاف اور غلطی کر رہے ہو، جو لوگ مجھ سے دور شہروں میں ہیں وہ اس سے بھی شدید اختلاف اور غلطی کرتے ہوں گے۔ اے اصحاب محمد! متحد ہو جاؤ اور لوگوں کے لیے ایک مصحفِ امام لکھ دو۔''

ابو قلابہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مجھے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں مصاحف لکھنے والوں میں شامل تھا۔ جب وہ کسی آیت میں اختلاف کرتے تو ایسے آدمی کو تلاش کرتے جس نے وہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کی ہوتی۔ اور بسا اوقات وہ شخص مدینہ سے باہر دور کسی وادی میں رہنے والا ہوتا۔ چنانچہ وہ اس آیت مختلفہ سے ماقبل اور مابعد لکھ لیتے اور اس کی جگہ چھوڑ دیتے، حتی کہ وہ شخص آ جاتا یا اسے بلا لیا جاتا، جب مصحف مکمل ہو گیا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

نے تمام شہروں میں یہ اعلان کر دیا کہ میں نے کتابت میں ایسے ایسے کیا ہے۔ لہٰذا جو کچھ میں نے اپنے مصحف سے مٹا دیا ہے تم بھی اسے اپنے مصاحف سے مٹا دو۔ ❶

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذاتی مصاحف:

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تلاوت کے لیے اپنے ذاتی مصاحف لکھے ہوئے تھے۔ جو تمام اُحرف سبعہ پر مشتمل تھے۔ ان مصاحف میں وہ حروف بھی مشتمل تھے جو عرضۂ اَخیرہ میں منسوخ ہو گئے تھے، لیکن انہیں اس نسخ کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ ان میں سے بعض حروف تفسیر کے قبیل سے تھے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عہد صدیقی میں جمع کیے گئے صحف کی مخالفت کے باوجود اپنے یہ مصاحف سنبھال کر رکھے ہوئے تھے۔

ان ذاتی مصاحف میں سے مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، مصحف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مصحف ابو موسیٰ اشعری اور مصحف مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہما وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔

ان ذاتی مصاحف کا وجود، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنے ان ذاتی مصاحف سے تلاوت کرنا اور اس کے مطابق لوگوں کو تعلیم دینا مسلمانوں میں اختلاف کا سبب بن رہا تھا۔

مذکورہ تمام عوامل و اسباب نے مل کر مسلمانوں کو قراءات قرآنیہ میں اختلاف پر لا کھڑا کیا۔ جب وہ کسی جگہ خصوصاً میدان جہاد میں اکٹھے ہوتے تو ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگتے۔ انہی اسباب و عوامل کو سامنے رکھ کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عہد صدیقی میں جمع کیے گئے صحف سے مصاحف تیار کرنے اور تمام غیر سرکاری مصاحف کو جلا دینے کا حکم دے دیا۔ تاکہ فتنے کا دروازہ بند ہو جائے اور مسلمانوں کا اختلاف رفع ہو جائے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں انجام دیا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے ثابت رکھا اور کسی ایک صحابی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتحاد گویا اس کام کی صحت و درستگی پر ایک اجماع تھا۔ ❷

---

❶ جامع البیان للطبری: ۱/ ۲۰۔ مباحث فی علوم القرآن للصبحی صالح: ۸۱

❷ البرهان: ۱/ ۲٤۰۔ فضائل القرآن لابن کثیر ملحق بالتفسیر: ۷/ ٤٤٦

مصاحف کی تعداد:

مصاحف عثمانیہ کی تعداد کے بارے میں مختلف روایات منقول ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کتنے مصاحف تیار کروائے تھے جو مختلف شہروں کی طرف بھیجے گئے تھے۔

امام سجستانی رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد سات تھی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک مکہ کی طرف، دوسرا شام، تیسرا یمن، چوتھا بحرین، پانچواں بصرہ اور چھٹا کوفہ کی طرف روانہ کیا تھا اور ایک مصحف مدینہ میں رکھ لیا تھا جس سے وہ خود تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جو مصحف امام کے نام سے مشہور ہے۔ ❶

امام قرطبی رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے عراق اور شام کی طرف امہات مصاحف روانہ کیے۔ لیکن امام قرطبی رحمہ اللہ نے مصاحف کی تعداد بیان نہیں کی۔ ❷

امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، شام اور عراق کی جانب ایک ایک مصحف روانہ کیا۔ ❸

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مصاحف عثمانیہ کی تعداد پانچ تھی، جو مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام کی طرف روانہ کیے گئے تھے۔ ان پانچوں کے علاوہ ایک چھٹا مصحف بھی تھا جسے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات کے لیے خاص کر لیا تھا جو مصحف امام کے نام سے مشہور ہے۔ ❹

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان شہروں کی طرف مصاحف روانہ کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا، بلکہ ہر مصحف کے ساتھ ایک ایک معلم اور مقری بھی بھیجا جو اس شہر کے لوگوں کو اس مصحف کے مطابق تعلیم دیتا تھا۔ چنانچہ آپ نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو مصحف مدنی پڑھانے کا حکم دیا اور مصحف مکی کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ کو، مصحف شامی کے ساتھ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو، مصحف کوفی کے ساتھ سیدنا ابوعبدالرحمٰن السلمی رضی اللہ عنہ کو اور مصحف بصری کے

---

❶ كتاب المصاحف: ١/٢٤٢
❷ الجامع لأحكام القرآن: ١/٥٤
❸ المقنع: ١٩
❹ الاتقان: ١/١٧٢

ساتھ سیدنا عامر بن القیس رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر بھیجا۔ ❶

اس روایت سے اس امر کو ترجیح ملتی ہے کہ مصاحف عثمانیہ کی تعداد پانچ تھی۔ ❷

مصاحف عثمانیہ کی تعداد کوئی بھی ہو، بہرحال یہ بات ثابت ہے کہ مذکورہ مصاحف پورے عالم اسلام میں پھیل گئے اور لوگوں نے ان سے مزید مصاحف نقل کرنا شروع کر دیئے۔ حتیٰ کہ طباعت کا زمانہ آگیا اور مصاحف مختلف ألوان و أشکال میں مختلف حجموں اور سائزوں میں طبع ہونا شروع ہو گئے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ان تمام مصاحف کو مصاحف عثمانیہ کہا جانے لگا۔ حالانکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ مصاحف اس طریقۂ کتابت پر تیار کروائے تھے، جس طریقہ پر عہد نبوی اور عہد صدیقی میں لکھے گئے تھے۔ چونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ مصاحف تیار کروا کر مختلف شہروں کی طرف روانہ کیے تھے۔ چنانچہ ان کی نسبت بھی آپ ہی کی جانب کی جانے لگی۔ ❸

---

❶ مناهل العرفان للزرقاني: ۱/۳۹۶، ۳۹۷

❷ اور اگر مصحف امام کو بھی شامل کر لیا جائے تو ان کی تعداد چھ بن جاتی ہے۔ یعنی پانچ تو وہ تھے جن کے ساتھ معلم اور مقری روانہ کیے اور چھٹا مصحف امام۔ واللہ اعلم (مترجم)

❸ رسم المصحف و نقطه للدكتور عبد الحي الفرماوي: ۷۷، طبع مكتبة الجمهورية قطر

مصاحف عثمانیہ کا اسلوب و منہج

مصاحف عثمانیہ کے اسلوب و منہج کے بارے میں اہل علم کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا مصاحف عثمانیہ تمام اُحرف سبعہ پر مشتمل تھے یا ان میں سے فقط ایک حرف پر مشتمل تھے یا صرف ان حروف پر مشتمل تھے جن کا رسم احتمال رکھتی تھی۔

اس مسئلہ میں بنیادی طور پر تین آراء پائی جاتی ہیں:

پہلی رائے:

مصاحف عثمانیہ اُحرف سبعہ میں سے فقط ایک حرف پر مشتمل تھے۔ کیونکہ لوگ قراءت میں ایک دوسرے سے اختلاف کر رہے تھے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک حرف، حرف قریش پر جمع کر دیا تا کہ اختلاف ختم ہو جائے۔ ان کی دلیل سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ فرمان عالی شان ہے جو آپ نے قریشی کاتبین سے فرمایا:

((إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ فَاكْتُبُوْهُ بِلِسَانِ قُرَيْشٍ فَإِنَّمَا نَزَلَ بِلِسَانِهِمْ))

''جب تم اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے کسی امر میں اختلاف کرو تو اسے لغت قریش پر لکھو کیونکہ قرآن مجید انہی کی لغت (یعنی لہجے اور قراءت کے طریقے) پر نازل ہوا ہے۔''

اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا تعلق مدینہ کے انصار سے تھا۔

اس رائے کے حاملین کی ایک دلیل امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی وہ روایت ہے جو انہوں نے سیدنا سوید بن غفلہ رحمہ اللہ سے نقل کی ہے، فرماتے ہیں:

((قَالَ عَلِيٌّ: لَا تَقُوْلُوْا فِي عُثْمَانَ إِلَّا خَيْراً، فَوَاللّٰهِ مَا فَعَلَ

الَّذِیْ فِی الْمَصَاحِفِ إِلَّا عَنْ مَلَإٍ مِنَّا، قَالَ: مَا تَقُوْلُوْنَ فِیْ هٰذِهِ الْقِرَآءَةِ؟ فَقَدْ بَلَغَنِیْ أَنَّ بَعْضَهُمْ یَقُوْلُ: إِنَّ قِرَآءَتِیْ خَیْرٌ مِّنْ قِرَآءَتِكَ، وَهٰذَا یَكَادُ یَكُوْنُ كُفْرًا، قُلْنَا: فَمَا تَرٰی؟ قَالَ: أَرٰی أَنْ یَجْمَعَ النَّاسَ عَلٰی مُصْحَفٍ وَاحِدٍ، فَلَا تَكُوْنُ فِرْقَةٌ وَلَا اخْتِلَافٌ: قُلْنَا: فَنِعْمَ مَا رَأَیْتَ))

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خیر کے علاوہ کچھ نہ کہو، اللہ کی قسم! انہوں نے مصاحف کے حوالے سے جو کچھ کیا ہے وہ ہمارے مشورے سے کیا ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم اس قراءت کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ مجھے خبر ملی ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں: میری قراءت تیری قراءت سے بہتر ہے۔ قریب ہے کہ یہ بات کفر ہو۔ ہم نے کہا: آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا؛ میری رائے یہ ہے کہ لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیا جائے تاکہ اختلاف وافتراق نہ ہو۔ ہم نے کہا: آپ کی رائے ایک بہترین رائے ہے۔''

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ، امام طبری رحمہ اللہ وغیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((إِنَّ الْقِرَآءَةَ عَلَی الْأَحْرُفِ السَّبْعَةِ لَنْ تَكُنْ وَاجِبَةً عَلَی الْأُمَّةِ، وَإِنَّمَا كَانَ ذٰلِكَ جَآئِزًا لَّهُمْ، وَمُرَخَّصًا فِیْهِ، وَقَدْ جُعِلَ لَهُمْ الْإِخْتِیَارُ فِیْ أَیِّ حَرْفٍ قَرَأُوْ بِهٖ، كَمَا فِی الْأَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَةِ، قَالُوْا: فَلَمَّا رَأَی الصَّحَابَةُ أَنَّ الْأُمَّةَ تَفْتَرِقُ وَتَخْتَلِفُ وَتَتَقَاتَلُ إِذَا لَمْ یَجْتَمِعُوْا عَلٰی حَرْفٍ وَاحِدٍ، اجْتَمَعُوْا عَلٰی ذٰلِكَ اجْتِمَاعًا سَآئِغًا، وَهُمْ مَعْصُوْمُوْنَ أَنْ یَجْتَمِعُوْا عَلٰی ضَلَالَةٍ، وَلَمْ یَكُنْ فِیْ ذٰلِكَ تَرْكٌ لِوَاجِبٍ أَوْ فِعْلٌ لِمَحْظُوْرٍ))[1]

---

[1] النشر فی القراءات العشر: ۱/ ۳۱، ۳۲

''اُحرف سبعہ کے ساتھ قراءت کرنا امت پر واجب نہیں تھا۔ یہ تو ایک رخصت تھی جس کی انہیں اجازت دی گئی تھی کہ وہ جس حرف پر چاہیں قراءت کر لیں۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ (جس حرف پر بھی پڑھ لیں درستگی کو پالیں گے) فرماتے ہیں: جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ اگر وہ ایک حرف پر جمع نہ ہوئے تو امت اختلاف وافتراق اور لڑائی کا شکار ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ بڑے احسن انداز میں ایک حرف پر جمع ہو گئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گمراہی پر جمع ہونے سے معصوم ہیں۔ نیز اس میں نہ تو ترک واجب تھا اور نہ ہی ارتکاب حرام تھا۔''

مذکورہ رائے کا تعاقب:

یہ ایک غیر معقول و غیر مقبول رائے ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اُحرف سبعہ میں سے فقط ایک حرف پر مصاحف کو جمع فرمایا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے امت پر تخفیف سمیت متعدد اُسرار و حکم کے پیش نظر قرآن مجید کو ان اُحرف سبعہ پر نازل فرمایا ہے۔ نیز یہ رائے ((أنـزل القرآن علی سبعة أحرف)) پر دلالت کرنے والے اُحادیث صحیحہ کے بھی صریح مخالف ہے۔

یہ بات صحیح ثابت ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف نقل کروائے تھے وہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لکھے گئے صحف کے موافق اور ان کی کاپی تھے اور جو صحف سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تیار کروائے تھے وہ فقط ایک حرف پر مشتمل نہیں تھے بلکہ ان تمام حروف پر مشتمل تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لکھے گئے تھے اور ان کی تلاوت منسوخ نہ ہوئی تھی اور وہ عرضۂ اُخیرہ میں ثابت تھے۔

قاضی ابو بکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛

((لَمْ یَقْصِدْ عُثْمَانُ قَصْدَ أَبِیْ بَکْرٍ فِی جَمْعِ نَفْسِ الْقُرْآنِ بَیْنَ لَوْحَیْنِ، وَإِنَّمَا قَصَدَ جَمْعَهُمْ عَلَی الْقِرَآءَاتِ النَّبِیِّ ﷺ، وَإِلْغَاءِ مَا لَیْسَ کَذٰلِكَ، وَأَخْذِهِمْ بِمُصْحَفٍ لَا تَقْدِیْمَ فِیْهِ وَلَا تَأْخِیْرَ،

وَلَا تَأْوِيْلَ أُثْبِتَ مَعَ تَنْزِيْلٍ ، وَمَنْسُوْخِ تِلَاوَتِهِ كُتِبَ مَعَ مُثْبِتِ رَسْمِهِ ، خَشْيَةَ دُخُوْلِ الْفَسَادِ وَالشُّبْهَةِ عَلٰى مَنْ يَأْتِيْ بَعْدُ)) [1]

''سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصود سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مانند فقط دو گتوں کے درمیان قرآن جمع کرنا نہیں تھا۔ بلکہ ان کا مقصود لوگوں کو ان قراءات ثابتہ پر جمع کرنا تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معروف تھیں۔ نیز انہوں نے تمام غیر صحیح قراءت کو لغو کر دیا اور تقدیم و تاخیر سے پاک مصحف کی ترتیب لگا دی۔ جس میں ذاتی تفاسیر اور منسوخ التلاوۃ عبارتوں کو حذف کر دیا گیا۔ تاکہ بعد میں آنے والے لوگ فتنہ و فساد کا شکار نہ ہوں۔''

یہ ناممکن امر ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ لوگوں کو ایسی قراءت سے منع کریں، جس کی قرآنیت معلوم ہو چکی ہو، اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امر میں اُن کی موافقت کریں، خصوصاً جب وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہ ہوں۔ [2]

نیز یہ رائے اس امر واقعہ کے بھی خلاف ہے، جس پر آج مسلمان قائم ہیں۔ آج ہمارے پاس اُسانید متصلہ اور طرق صحیحہ کے ساتھ جو قراءات پہنچی ہوئی ہیں وہ متعدد حروف پر مشتمل ہیں۔ ان قراءات کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کے موافق ہوں۔ عصر حاضر میں پڑھی جانے والی تمام قراءات سبعہ اور قراءات عشرہ مصاحف عثمانیہ میں سے کسی نہ کسی ایک مصحف کے موافق ہیں۔ اس موجودہ صورتحال کے پیش نظر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اُحرف سبعہ میں فقط ایک حرف پر لوگوں کو جمع فرمایا اور دیگر چھ حروف ترک کر دیئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ان تمام حروف پر جمع فرمایا تھا جو نبی

---

[1] البرهان في علوم القرآن : ١/٢٣٥، ٢٣٦

[2] الكلمات الحسان في حروف السبعة وجمع القرآن لمحمد بخيت المطيعي : ١٢٢

کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت تھے، منسوخ التلاوۃ نہیں تھے اور عرضۂ اُخیرہ میں قائم تھے۔ آپ نے مصاحف کو جلانے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ذاتی مصاحف لکھ رکھے تھے۔ جن میں منسوخ التلاوۃ حروف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذاتی تفاسیر بھی موجود تھیں، جن سے لوگوں میں اختلاف پیدا ہو رہا تھا، چنانچہ آپ نے فتنے کے خاتمے کے لیے انہیں جلانے کا حکم دے دیا۔

اہل علم کی اصطلاح میں ان منسوخ التلاوۃ حروف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفاسیر کو قراءات شاذہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ قراءات صحیحہ کی درج ذیل تین شرائط پر پورا نہیں اترتیں۔

۱۔ تواتر سے منقول

۲۔ مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کی موافقت

۳۔ لغت عرب کی وجوہ میں سے کسی ایک کی مطابقت۔ [1]

دوسری رائے:

مصاحف عثمانیہ نازل کردہ تمام اُحرف سبعہ پر مشتمل تھے۔ یہ رائے متعدد فقہاء کرام، قراء کرام اور متکلمین اہل علم کی ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ امت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اُحرف سبعہ میں سے کسی منقول شئ کو مہمل کر دینا جائز نہیں ہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مصاحف عثمانیہ کی تیاری اور ان کی مختلف اسلامی شہروں کی طرف روانگی پر اجماع ہے اور اس امر پر بھی اجماع ہے کہ جو کچھ ان مصاحف کے علاوہ ہے وہ قرآن نہیں ہے۔ حالانکہ بعض اُحرف سبعہ کی قراءت سے منع کرنا اور قرآن کے ترک پر اجماع کرنا حرام عمل ہے۔ [2]

---

[1] منجد المقرئین و مرشد الطالبین: ۹۱۔ الاتقان: ۱/۱۲۹۔ غیث النفع: ۷۰۶

[2] النشر: ۱/۳۱۔ الاتقان: ۱/۱۴

مذکورہ رائے کا تعاقب:

جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو ان حروف پر جمع فرمایا تھا جو تواتر سے منقول تھے، منسوخ التلاوۃ نہیں تھے اور عرضۂ اُخیرہ میں ثابت تھے۔ اس اُصول پر عمل کرتے ہوئے انہوں نے قرآن مجید کا کوئی ایک جزء بھی ترک نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہر ثابت شے کو لکھ لیا تھا۔

اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اُحرف سبعہ کا بہت بڑا حصہ منسوخ ہو گیا تھا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل وہ قراءات شاذہ ہیں جو قراءات صحیحہ کی شرائط پر پورا نہیں اترتیں۔ یہ قراءات شاذہ ابتداء اسلام میں بطور قرآن تلاوت کی جاتی تھیں، پھر انہیں منسوخ کر دیا گیا۔

تیسری رائے کی حمایت میں بیان کیے گئے دلائل اس دوسری رائے کی تردید کرتے ہیں، جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

تیسری رائے:

مصاحف عثمانیہ اُحرف سبعہ میں سے فقط ان حروف پر مشتمل تھے، جن کا رسم عثمانی میں احتمال تھا اور وہ عرضۂ اُخیرہ کے مطابق تھے۔

یہ رائے سلف و خلف میں سے جمہور اہل علم اور ائمہ اسلام کی ہے۔

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَلَا شَكَّ أَنَّ الْقُرْآنَ نُسِخَ مِنْهُ، وَغُيِّرَ فِيهِ فِي الْعَرْضَةِ الْأَخِيرَةِ، فَقَدْ صَحَّ النَّصُّ بِذٰلِكَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ، وَرَوَيْنَا بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ: أَيُّ الْقِرَاءَتَيْنِ تَقْرَأُ؟ قُلْتُ: الْأَخِيرَةَ، قَالَ: فَإِنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَعْرِضُ الْقُرْآنَ عَلٰى جِبْرِيلَ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً، قَالَ: فَعَرَضَ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ النَّبِيُّ مَرَّتَيْنِ، فَشَهِدَ عَبْدُ

اللّٰه...... یَعْنِیْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ...... مَا نُسِخَ مِنْهُ وَمَا غُیِّرَ، فَقِرَآءَةُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَخِیْرَةُ)) ❶

''اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرضۂ اُخیرہ کے دوران قرآن مجید کا کچھ حصہ منسوخ کر دیا گیا تھا، اور اس میں تبدیلی کر دی گئی تھی، اور یہ بات ایک سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح نص کے ساتھ ثابت ہے۔ہم نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا زر بن حبیش رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں، مجھ سے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم کس قراءت کے مطابق پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: قراءت اُخیرہ کے مطابق۔ راوی فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال جبریل علیہ السلام کے ساتھ ایک دفعہ دور فرمایا کرتے تھے اور جس سال آپ نے وفات پائی، اس سال آپ نے دو دفعہ دور فرمایا اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اس آخری دور میں حاضر تھے۔ چنانچہ آپ کو منسوخ التلاوۃ اور مبدلہ حروف کا علم تھا۔ لہٰذا قراءت اُخیرہ سے مراد سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ہے۔''

اس امر میں کوئی شک نہیں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصاحف عثمانیہ میں صرف وہی لکھا تھا جس کا قرآن ہونا متحقق تھا، اور وہ عرضۂ اُخیرہ میں ثابت تھا اور منسوخ التلاوۃ نہیں تھا۔ اس کے بعد علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان مصاحف کو نقطوں اور حرکات سے خالی رکھا تھا تاکہ ایک ہی رسم سے دو مختلف مسموع، منقول اور ثابت شدہ قراءات پڑھی جا سکیں۔ انہوں نے نہ تو قرآن مجید کا کوئی ثابت حصہ ساقط کیا تھا اور نہ ہی اس کی قراءت سے منع فرمایا تھا۔'' ❷

مذکورہ کلام سے اس تیسری رائے کی ترجیح اور سابقہ دونوں مذاہب کا ضعف ظاہر ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں معروف قراءات سبعہ اور قراءات عشرۃ، عصر اول میں پڑھی جانے والی قراءات مشہورہ کا ایک چھوٹا سا حصہ ہیں۔ ہر صاحب علم اس سے بخوبی آگاہ ہے۔ کیونکہ جن

❶ النشر: ۳۲/۱ ❷ النشر: ۳۱/۱

ائمہ متقدمین سے قراء سبعہ نے قراءات قرآنیہ حاصل کی ہیں، ان سے قراءات پڑھنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، پھر ان ائمہ سبعہ وغیرہ سے لاتعداد تلامذہ نے کسب فیض کیا ہے۔ جنہیں شمار کرنا محال ہے۔

مذکورہ دلائل سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ مصاحف عثمانیہ جمیع اُحرف سبعہ پر مشتمل تھے۔ نیز قرآن مجید کو ایک حرف پر جمع کرنے کا موقف بھی درست نہیں ہے کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو ایک حرف پر جمع کرنا اور باقی چھ حروف کو ترک کر دینا کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ [1]

ابو عبدالرحمٰن السلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كَانَتْ قِرَآءَةُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَاحِدَةٌ، كَانُوْا يَقْرَأُوْنَ الْقِرَاءَةَ وَهِيَ الْقِرَآءَةُ الَّتِي قَرَأَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَى جِبْرِيْلَ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِيْ قُبِضَ فِيْهِ، وَكَانَ زَيْدٌ قَدْ شَهِدَ الْعَرْضَةَ الْأَخِيْرَةَ، وَكَانَ يُقْرِئُ النَّاسَ بِهَا حَتّٰى مَاتَ، وَلِذٰلِكَ اعْتَمَدَهُ الصِّدِّيْقُ فِي جَمْعِهِ وَوَلَّاهُ عُثْمَانُ كَتَبَةَ الْمُصْحَفِ)) [2]

"سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور مہاجرین و انصار کی ایک ہی قراءت تھی۔ وہ قراءت عامہ پڑھتے تھے۔ جس کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات والے سال سیدنا جبریل علیہ السلام کے ساتھ دو دفعہ دور فرمایا تھا، اور سیدنا زید رضی اللہ عنہ اس آخری دور میں حاضر تھے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ اپنی موت تک لوگوں کو اسی کے مطابق پڑھاتے رہے۔ اسی لیے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن میں ان پر اعتماد کیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کاتبین مصاحف کا انہیں نگران بنا دیا۔"

---

[1] النشر: ۱/۳۳، منجد المقرئین: ٦١، الاتقان: ۱/۱۲۹ [2] البرهان: ۱/۲۳۷

مصاحف عثمانیہ کی
اُحرف سبعہ پر مشتمل ہونے کی کیفیت

راجح رائے (یعنی مصاحف عثمانیہ اُحرف سبعہ میں سے فقط ان حروف پر مشتمل تھے، جن کا رسم احتمال رکھتا تھا) کے مطابق یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مصاحف کی ان حروف پر مشتمل ہونے کی کیفیت کیا تھی؟

جواب:...... اس سوال کے جواب میں ہم عرض کریں گے کہ اس وقت مصاحف عثمانیہ نقاط و حرکات سے خالی تھے اور نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت اور مروجہ ارکان ثلاثہ کے مطابق قراءت کی تین انواع ہیں:

۱۔ وہ کلمات جن میں دو قراءات پائی جاتی ہیں اور انہیں ایک قراءت کے رسم کے مطابق لکھا گیا ہے جیسے ﴿صِرَٰطَ﴾، ﴿وَيَبۡصُۜطُ﴾، ﴿ٱلۡمُصَيۡطِرُونَ﴾ ان تمام کلمات کو صاد کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ حالانکہ ان کی اصل سین ہے۔ چنانچہ ان کلمات کو رسم کی اتباع میں صاد کے ساتھ اور اصل کی اتباع میں سین کے ساتھ دونوں طرح پڑھا جاتا ہے۔

۲۔ وہ کلمات جن میں دو یا دو سے زائد قراءات پائی جاتی ہیں اور انہیں تحقیقاً یا تقدیراً دو قراءتوں کا احتمال رکھنے والے رسم کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ [1] جیسے:

☆ نوع اول کی مثالیں:

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] النشر: ۱/۱۱۔ البرہان: ۱/۱۷۲۔ سمیر الطالبین: ۱۵

﴿ يَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَآ إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَٰفِعُ لِلنَّاسِ ﴾ (البقرة: ٢١٩)

اس آیت مبارکہ میں لفظ ﴿ كَبِيرٌ ﴾ باء اور ثاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور یہ دونوں ہی قراءات صحیحہ ہیں۔ اگر یہ لفظ نقاط وحرکات سے خالی ہو تو اس کا رسم تحقیقاً دونوں قراءات کا ہی احتمال رکھتا ہے۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا ﴾ (الحجرات: ٦)

اس آیت مبارکہ میں لفظ ﴿ فَتَبَيَّنُوٓا ﴾ البیان سے باء، یاء نون کے ساتھ اور التثبت سے ثاء، باء، تاء کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے، اور یہ دونوں ہی قراءات صحیحہ ہیں، اگر یہ لفظ نقاط وحرکات سے خالی ہو تو اس کا رسم تحقیقاً دونوں قراءات کا ہی احتمال رکھتا ہے۔ [1]

☆ نوع ثانی کی مثالیں:

یعنی تقدیراً قراءت کا رسم کے موافق ہونا۔

۱۔ جمع مؤنث سالم جیسے: ﴿ مُسْلِمَٰتٍ ﴾، ﴿ مُؤْمِنَٰتٍ ﴾، ﴿ الْبَيِّنَٰتُ ﴾، تمام اہل علم کے نزدیک یہ الفات بالاتفاق حذف کر دیئے جاتے ہیں۔

اگر کسی کلمہ میں دو الف ہوں جیسے ((الصالحات، السموات)) تو اس میں اہل علم کا اختلاف ہے، اکثر مصاحف میں دونوں الف حذف ہیں۔

اور بعض مصاحف میں صرف ایک الف حذف ہے۔ [2]

۲۔ اَلف کی کتابت واؤ کی صورت میں جیسے الصلاۃ، الزکوۃ، الرباء، تا کہ اُصل پر دلالت ہو سکے۔ اس صورت میں قراءت قرآنیہ تقدیراً رسم مصحف کے موافق ہوتی

---

[1] النشر: ٣٧٦/٢

[2] سمير الطالبين: ٣٦

ہے۔بسا اوقات کلمہ قرآنیہ ایک قراءت کا تحقیقاً اور دوسری قراءت کا تقدیراً احتمال رکھتا ہے، جیسے: ﴿ مَٰلِكِ يَوۡمِ ٱلدِّينِ ﴾ (الفاتحة: ۳) اس آیت مبارکہ میں لفظ ﴿مَٰلِكِ﴾ تمام مصاحف میں بدون اَلف مرسوم ہے۔ چنانچہ حذف الف والی قراءت تحقیقاً رسم کے ساتھ متفق ہے جیسے ﴿ مَلِكِ ٱلنَّاسِ ﴾ (الناس: ۲) اور اثبات الف والی قراءت تقدیراً رسم کا احتمال رکھتی ہے۔جیسے ﴿ قُلِ ٱللَّهُمَّ مَٰلِكَ ٱلۡمُلۡكِ ﴾ (آل عمران: ۲٦) اس میں اختصاراً الف کو حذف کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں انواع (تحقیقی و تقدیری) میں تمام مصاحف کا رسم متحد ہے، اور نقاط و حرکات سے خالی ہونے کی بناء پر تمام وجوہ کا احتمال رکھتا ہے۔

۳۔ **تیسری نوع:** ......وہ کلمات جو نقص و زیادت پر مشتمل ہیں اور انہیں مصحف میں دو یا دو سے زیادہ مرتبہ لکھنا ممکن نہیں ہے، تاکہ اختلاط و التباس پیدا نہ ہو۔

یہ نوع ہر مصحف میں، بھیجے جانے والے شہر کی قراءت کے مطابق لکھی گئی تھی اور مجموعی طور پر تمام مصاحف مل کر ان حروف پر مشتمل تھے۔یعنی ہر مصحف ان تمام حروف پر مشتمل نہیں تھا۔

امام ابو عمرو دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی سائل یہ سوال کرے کہ وہ کون سا موجب ہے، جس کے سبب ان حروف زائدہ کو متفرق طور پر مختلف مصاحف میں لکھا گیا ہے؟

تو میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو مصاحف میں جمع فرمایا، اس کو ایک ہی صورت پر نقل کیا۔ اس کے رسم میں احتیاطاً امت کا لحاظ رکھتے ہوئے دیگر غیر صحیح و غیر ثابت لغات کی بجائے لغت قریش کو ترجیح دی اور ان کے نزدیک یہ ثابت ہو گیا کہ یہ حروف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسموع ہیں۔ نیز انہوں نے یہ بھی جان لیا کہ ان تمام حروف کو ایک ہی مصحف میں کلمہ کے اعادہ کے بغیر لکھنا ممکن

نہیں ہے، اور کلمہ کے اعادہ (یعنی دو یا تین بار لکھنے) سے التباس واختلاط کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان حروف کو تمام مصاحف میں تقسیم کر دیا، یہی وجہ ہے کہ بعض مصاحف میں یہ کلمات ثابت ہیں اور بعض میں محذوف ہیں۔ امت نے جس طرح یہ حروف نازل ہوئے تھے اور نبی کریم ﷺ سے مسموع تھے، اسی طرح انہیں محفوظ کر لیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان حروف کو مختلف شہروں کے مصاحف میں متفرق طور پر لکھا گیا ہے۔" ❶

اختلاف مصاحف کی مثالیں:

۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَوَصَّىٰ بِهَآ إِبْرَٰهِـۧمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ ﴾ (البقرۃ: ۱۳۲)

اس آیت مبارکہ میں امام نافع رحمہ اللہ، امام ابن عامر رحمہ اللہ اور امام ابو جعفر رحمہ اللہ نے ﴿وأوصى﴾ اور باقی قراء نے ﴿ وَوَصَّىٰ ﴾ پڑھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کلمہ مصحف مدینہ اور مصحف شام میں ﴿وأوصى﴾ اور مصحف کوفہ و مصحف بصرہ میں ﴿ وَوَصَّىٰ ﴾ بدون الف لکھا ہوا ہے۔ ❷ تاکہ ہر شہر کے لوگوں کی قراءت کے موافق ہو جائے۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَسَارِعُوٓاْ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ (آل عمران: ۱۳۳)

اس آیت مبارکہ کو امام نافع رحمہ اللہ، ابن عامر شامی رحمہ اللہ اور ابو جعفر رحمہ اللہ نے ﴿سارعوا﴾ بدون واؤ، اور باقی قراء نے ﴿ وَسَارِعُوٓاْ ﴾ بالواؤ پڑھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کلمہ مصحف مدینہ اور مصحف شام میں ﴿سارعوا﴾ بدون واو، اور مصحف کوفہ و مصحف بصرہ میں ﴿ وَسَارِعُوٓاْ ﴾ بالواؤ مرسوم ہے۔ ❸ تاکہ ہر شہر کے لوگوں کی قراءت کے موافق ہو جائے۔

---

❶ المقنع: ۱۱۲

❷ النشر: ۲/۲۲۲، ۲۲۳، کتاب المصاحف: ۱/ ۲۴۷

❸ المقنع: ۱۰۷، کتاب المصاحف: ۱/ ۲۴۸

۳۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَقُولُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟.......﴾ (المائدہ: ۵۳)

اس آیت مبارکہ میں امام نافع، مکی، شامی اور ابوجعفر نے ﴿یقول﴾ بدون واؤ، برفع اللام، امام ابوعمرو بصری نے ﴿وَيَقُولَ﴾ بالواؤ بنصب اللام اور امام عاصم حمزہ کسائی نے ﴿وَيَقُولُ﴾ بالواؤ برفع اللام پڑھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کلمہ اہل مدینہ، مکہ اور اہل شام کے مصاحف میں ﴿یقول﴾ بدون واؤ، جبکہ اہل کوفہ و بصرہ اور سارے عراقی مصاحف میں ﴿وَيَقُولُ﴾ بالواؤ مرسوم ہے۔ تاکہ ہر شہر کے لوگوں کی قراءت کے موافق ہو جائے۔ ❶

۴۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِۦ.......﴾ (المائدہ: ۵۴)

اس آیت مبارکہ میں امام نافع، شامی اور امام ابوجعفر نے ﴿مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ﴾ بدالین پہلی مکسورہ اور دوسری مجزومہ کے ساتھ پڑھا ہے، جبکہ باقی تمام قراء نے ﴿مَن يَرْتَدَّ﴾ ایک مفتوح مشدد دال کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کلمہ مدنی اور شامی مصاحف میں دو دالوں کے ساتھ ﴿یرتدد﴾ لکھا ہوا ہے۔

امام ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے مصحف امام میں بھی اسے دو دالوں کے ساتھ مرسوم دیکھا ہے۔ باقی تمام مصاحف میں ایک دال کے ساتھ ﴿يَرْتَدَّ﴾ مرسوم ہے۔ ❷

۵۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟ مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًۢا بَيْنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ﴾ (التوبہ: ۱۰۷)

اس آیت مبارکہ میں نافع، ابن عامر اور ابوجعفر نے ﴿الذین اتخذوا﴾ بدون واؤ پڑھا ہے، جبکہ باقی تمام قراء کرام نے ﴿وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُوا۟﴾ بالواؤ پڑھا ہے۔ یہی

---

❶ النشر: ۲/۲۵۴، ۲۵۵۔ الاتحاف: ۱/۵۳۷، ۵۳۸

❷ المقنع: ۱۰۷، النشر: ۲/۲۵۵

وجہ ہے کہ یہ کلمہ مدنی اور شامی مصاحف میں بدون واؤ، جبکہ دیگر مصاحف میں واؤ کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ ❶ تا کہ ہر شہر کے لوگوں کی قراءت کے موافق ہو جائے۔

۶۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أَظُنُّ ٱلسَّاعَةَ قَآئِمَةً وَلَئِن رُّدِدتُّ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنقَلَبًا ﴿٣٦﴾ ﴾ (الكهف: ٣٦)

اس آیت مبارکہ میں نافع، مکی، شامی اور ابو جعفر نے ﴿خیرا منهما﴾ تثنیہ کے صیغے سے جبکہ دیگر تمام قراء کرام نے ﴿ خَيْرًا مِّنْهَا ﴾ مفرد کے صیغے میں پڑھا ہے اور اس کو مدنی، مکی اور شامی مصاحف میں تثنیہ کے صیغے سے ﴿منهما﴾ جبکہ باقی مصاحف میں مفرد کے صیغے سے ﴿مِّنْهَا﴾ لکھا ہوا ہے۔ ❷

۷۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى ٱلْعَزِيزِ ٱلرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ ﴾ (الشعراء: ٢١٧)

اس آیت میں نافع، ابن عامر اور ابو جعفر نے ﴿فتوكل﴾ فاء کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کے مصاحف میں بھی فاء کے ساتھ ہی لکھا ہوا ہے۔ جبکہ دیگر تمام قراء نے ﴿ وَتَوَكَّلْ ﴾ واؤ کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کے مصاحف میں بھی ایسے ہی لکھا ہوا ہے۔ ❸

۸۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِيٓ أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُۥٓ إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَن يُظْهِرَ فِي ٱلْأَرْضِ ٱلْفَسَادَ﴾ (غافر: ٢٦)

اس آیت مبارکہ میں چار قراءات ہیں:

☆ **پہلی قراءت:**...... امام نافع، ابو عمرو بصری اور امام ابو جعفر ﴿وَأَن يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ

---

❶ النشر: ٢/٢٨١۔ كتاب المصاحف: ٢٤٨/١

❷ اتحاف فضلاء البشر: ٢/٢١٤۔ كتاب المصاحف: ٢٤٨/١

❸ النشر: ٢/٣٣٦

﴿الْـفَسَــادَ﴾ واؤ سے قبل بدون الف، یاء کے ضمہ، ھاء کے کسرہ، اور ﴿اَلْفَسَادَ﴾ کی دال پر نصب دے کر پڑھتے ہیں۔

☆ **دوسری قراءت:** ......امام ابن کثیر اور امام ابن عامر ﴿وَأَن يَظْهَـرَ فِي الْأَرْضِ الْـفَسَـادُ﴾ واؤ کے ساتھ، یاء اور ھاء کے فتحہ اور ﴿الْـفسـاد﴾ کی دال پر رفع دے کر پڑھتے ہیں۔

☆ **تیسری قراءت:** ......امام حفص اور امام یعقوب ﴿ أَوْ أَن يُظْهِـرَ فِي ٱلْأَرْضِ ٱلْفَسَادَ﴾ واؤ سے قبل ہمزہ مفتوحہ کی زیادتی کے ساتھ واؤ ساکن، یاء کے ضمہ اور ھاء کے کسرہ کے ساتھ ﴿ٱلْفَسَـادَ﴾ پر نصب دے کر پڑھا ہے۔

☆ **چوتھی قراءت:** ......امام شعبہ، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ﴿أَوْ أَن يَظْهَـرَ فِي الأَرْضِ الْـفَسَــادُ﴾ واؤ سے قبل ہمزہ، یاء اور ھاء کے فتحہ اور ﴿ٱلْفَسَادَ﴾ پر رفع دے کر پڑھا ہے۔ [1]

اس آیت مبارکہ میں لفظ ﴿وأن﴾ کو مدنی، مکی، بصری اور شامی مصاحف میں ان شہروں کی قراءت کے مطابق ﴿وَأَن﴾ واؤ سے قبل ہمزہ کے بغیر لکھا گیا ہے۔ جبکہ دیگر مصاحف میں ﴿ أَوْ أَن ﴾ واؤ سے قبل ہمزہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ [2]

جبکہ باقی دو کلمات ﴿يُظْهِـرَ﴾ اور ﴿ٱلْفَسَادَ﴾ کے رسم پر تمام مصاحف متحد ہیں یہ دونوں کلمات پہلی نوع سے تعلق رکھتے ہیں، جس میں ایک ہی رسم سے متعدد وجوہ پڑھی جا سکتی ہیں۔

۹۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أَصَـٰبَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ ﴾

(الشوریٰ: ۳۰)

---

[1] النشر: ۲/۳۶۵۔ الاتحاف: ۲/۴۳۶

[2] المقنع: ۱۱۰۔ کتاب المصاحف: ۱/۲۴۹

اس آیت مبارکہ میں نافع، ابن عامر اور ابو جعفر ﴿بما کسبت﴾ بدون فاء، پڑھتے ہیں اور یہ کلمہ مدنی و شامی مصاحف میں ایسے ہی بدون فاء مرسوم ہے۔ جبکہ باقی تمام قراء کرام ﴿فَبِمَا كَسَبَتْ﴾ فاء کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ان کے مصاحف میں بھی ایسے ہی مکتوب ہے۔ ❶

۱۰۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ ٱلْأَنفُسُ وَتَلَذُّ ٱلْأَعْيُنُ﴾ (الزخرف: ۷۱)

اس آیت مبارکہ میں نافع، ابن عامر، حفص اور ابو جعفر ﴿تَشْتَهِيهِ﴾ دو ھاؤں کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ کلمہ مدنی و شامی مصاحف میں دو ھاؤں کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ جبکہ باقی تمام قراء کرام ﴿تشتهى﴾ ایک ھاء کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ان کے مصاحف میں یہ ایک ھاء کے ساتھ مرسوم ہے۔ ❷

۱۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ ﴿٢٤﴾﴾ (الحدید: ۲۴)

اس آیت مبارکہ میں نافع، ابن عامر اور ابو جعفر نے ﴿فَإِنَّ ٱللَّهَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ﴾ ﴿هُوَ﴾ کے بغیر پڑھا ہے اور یہ مدنی و شامی مصاحف میں ایسے ہی ﴿هُوَ﴾ کے بغیر مرسوم ہے۔ جبکہ باقی تمام قراء کرام نے ﴿فَإِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ﴾ ﴿هُوَ﴾ کے ساتھ پڑھا ہے اور ان کے مصاحف میں ایسے ہی مرسوم ہے۔ ❸

---

❶ النشر: ۲/ ۳۷۰۔ حجۃ القراءات: ٦٥٤

❷ النشر: ۲/ ۳۷۰۔ یہاں پر اعتراض کیا گیا ہے کہ امام حفص نے اس کلمہ ﴿تشتهيه﴾ میں مصحف کوفی کی مخالفت کی ہے، جو پہلے بیان کیے گئے اصول کے برعکس ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر قاری یا راوی نے اپنے شہر کے مصحف کی غالب طور پر اتباع کی ہے۔ اس اُمر میں کوئی مانع نہیں ہے کہ کوئی امام قراءت صحیحہ کو نقل کرتے ہوئے کسی دوسرے مصحف کی موافقت کر لے۔ قراءت صحیحہ کی شرط یہ ہے کہ وہ مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے موافق ہو۔ خواہ اس قاری کے اپنے شہر کا ہو یا کسی دوسرے شہر کا ہو۔

❸ النشر: ۲/ ۳۸٤۔ کتاب المصاحف: ۱/ ۲٥۰

۱۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿١٥﴾ ﴾ (الشمس: ۱۵)

اس آیت مبارکہ میں نافع، ابن عامر اور ابو جعفر ﴿فلا يخاف﴾ فاء کے ساتھ پڑھتے ہیں اور یہ کلمہ مدنی و شامی مصاحف میں ایسے ہی لکھا ہوا ہے۔ جبکہ باقی تمام قراء کرام ﴿ وَلَا يَخَافُ﴾ واؤ کے ساتھ پڑھتے ہیں اور ان کے مصاحف میں یہ ایسے ہی واؤ کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔[1]

بعض اہل علم نے ایسے اختلافی کلمات کو شمار کیا تو ان کی تعداد بدون تکرار اٹھاون (۵۸) تک جا پہنچی ہے۔[2]

خلاصہ کلام:

مذکورہ کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحف عثمانیہ ایسے حروف پر مشتمل تھے، جن کا رسم احتمال رکھتا تھا۔

ان میں سے بعض حروف ایک ہی رسم سے پڑھے جا سکتے تھے، کیونکہ وہ رسم نقاط و حرکات سے خالی تھا۔

اور بعض حروف نقص وزیادت پر مبنی تھے، جنہیں ہر شہر کے مصحف میں ان کی قراءت کے مطابق متفرق طور پر لکھ دیا گیا تھا۔

اس اعتبار سے مصاحف عثمانیہ مجموعی طور پر نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت، غیر منسوخ التلاوۃ اور عرضۂ اُخیرہ میں ثابت تمام حروف پر مشتمل تھے، عمومی طور پر ہر سبعہ مصحف اُحرف سبعہ پر مشتمل نہیں تھا، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

---

[1] کتاب السبعۃ لابن مجاهد: ٦٨٩۔ النشر: ٤٠١/٢

[2] المقنع: ١١٤، ١١٥، رسم المصحف: ٧٠٢، سمیر الطالبین للشیخ الضباع: ١٠١۔١٠٩

جدید دور طباعت میں
مصاحف پر اس رسم کی تطبیق کی کیفیت

جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ ہر شہر کی طرف بھیجے جانے والے مصحف کے ساتھ اس شہر کی قراءت کی موافقت اغلبیت کی بناء پر ہے۔ کلی طور پر نہیں ہے۔ اور قبول قراءت کی شرط یہ ہے کہ وہ ان تمام مصاحف میں سے کسی ایک کے موافق ہو معین شہر کے مصحف کے موافق ہونا شرط نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ روایت حفص میں مطبوع مصاحف کا رسم بعض مقامات پر مصحف کوفی کے رسم سے مختلف ہے۔ ان مصاحف میں امام حفص کی روایت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

علماء مصر کی ایک جماعت کی زیر نگرانی (۱۳۴۲ھ...... ۱۹۲۳ء) میں طبع ہونے والے کتابچہ "تعریف المصحف" میں مرقوم ہے:

((أَمَّا الْأَحْرُفُ الْيَسِيْرَةُ الَّتِيْ اخْتَلَفَ فِيهَا أَهْجِيَةُ تِلْكَ الْمَصَاحِفِ، فَاتُّبِعَ فِيهَا الْهِجَاءُ الْغَالِبُ، مَعَ مُرَاعَاةِ قِرَاءَةِ الْقَارِئِ الَّذِيْ يَكْتُبُ الْمُصْحَفَ لِبَيَانِ قِرَاءَتِهِ)) [1]

"وہ چند حروف جن میں ان مصاحف کے ہجاء (رسم کوفی سے) مختلف ہیں۔ ان میں غالب ہجا کی اتباع کی گئی ہے اور اپنی قراءت کے بیان کے لیے مصحف لکھنے والے قاری کی قراءت کی رعایت رکھی گئی ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ ان مصاحف میں روایت حفص کی اتباع میں ﴿وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ﴾ (یس: ۳۵)

---

[1] فی آخر التعریف بالمصحف

کو ھاء کے ساتھ لکھا گیا ہے، حالانکہ یہ کلمہ اہل کوفہ کے مصحف میں ھاء کے بغیر مرسوم ہے۔

اسی طرح ان مصاحف میں روایت حفص کی اتباع میں ﴿وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ﴾ (الزخرف: ۷۱) کو دو ھاؤں کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ کلمہ کوفی مصحف میں ایک ھاء کے ساتھ مرسوم ہے۔

لہٰذا یہ مصاحف، مصاحف عثمانیہ کے رسم کے موافق ہیں، خواہ کسی بھی مصحف عثمانی کے موافق ہوں۔

رسم عثمانی کے قواعد اور اہل علم کا موقف

رسم کا لغوی معنی، ''نشان'' ہے یعنی لفظ کی کتابت کا نشان۔

جبکہ اصطلاحی معنی ہے، کلمہ کی ابتداء اور اس پر وقف کا لحاظ کرتے ہوئے، اس کے حروف تہجی کے ساتھ اس کی شکل بنانا۔

ہر کلمہ میں اصل حکم یہ ہے کہ اسے بلا نقص وزیادت اس کے منطوق حروف کے ساتھ لکھا جائے، اس کو رسم قیاسی کہتے ہیں۔ قرآن مجید کے اکثر کلمات اس رسم قیاسی کے مطابق مرسوم ہیں۔ صرف چند کلمات ایسے ہیں جو رسم قیاسی کے خلاف لکھے ہوئے ہیں اور انہیں رسم عثمانی کے قواعد نقص وزیادت یا ابدال وغیرہ کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

رسم عثمانی کے چھ قواعد ہیں۔

(۱) حذف، (۲) زیادت، (۳) ہمزہ، (۴) بدل،

(۵) فصل و وصل

(۶) وہ کلمہ جس میں دو قراءات ہوں اور اسے ایک کے مطابق لکھا گیا ہو۔

۱۔ حذف:

اس کی تین انواع ہیں:

(أ) حذف اشارہ:

حذف اشارہ سے مراد وہ حذف ہے جو بعض قراءات کے موافق ہو۔ جیسے:

﴿ وَإِذْ وَٰعَدْنَا مُوسَىٰٓ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ﴾ (البقرۃ: ۵۱)

اس آیت مبارکہ میں لفظ ﴿ وَٰعَدْنَا ﴾ کو حذف الف اور اثبات الف دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور حذف الف کی قراءت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے واؤ کے بعد

الف کو حذف کر دیا گیا ہے۔ جبکہ اثبات اَلف کی قراءت اُصلی کلمہ ﴿المواعدة﴾ سے مستنبط ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وحی کا اور موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے طور پہاڑ پر آنے کا وعدہ کیا۔ [1]

(ب) حذف اختصار:

جیسے جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم کے الف کا حذف ہے۔

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سَمَّٰعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّٰعُونَ لِقَوْمٍ ءَاخَرِينَ﴾ (المائدہ: ٤١)

﴿إِنَّ ٱلْمُسْلِمِينَ وَٱلْمُسْلِمَٰتِ وَٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ وَٱلْقَٰنِتِينَ وَٱلْقَٰنِتَٰتِ......﴾ (الاحزاب: ٣٥)

ان تمام کلمات میں الف محذوف ہے۔

(ج) حذف اقتصار:

جو بعض کلمات کو چھوڑ کر بعض کے ساتھ خاص ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَٱخْتَلَفْتُمْ فِى ٱلْمِيعَٰدِ﴾ (الأنفال: ٤٢)

اس آیت مبارکہ میں لفظ ﴿ٱلْمِيعَٰدِ﴾ میں عین کے بعد الف محذوف ہے۔

۲۔ زیادت

جیسے: ﴿أَوْ لَأَا۟ذْبَحَنَّهُۥٓ﴾ (النمل: ٢١) یہاں الف زیادہ ہے۔

﴿أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿٢٩﴾﴾ (ص: ٢٩) یہاں واؤ زیادہ ہے۔

﴿وَٱلسَّمَآءَ بَنَيْنَٰهَا بِأَيْي۟دٍ﴾ (الذاریات: ٤٧) یہاں یاء زیادہ ہے۔

۳۔ بدل:

یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف لکھ دینا مثلاً الف کی جگہ واؤ لکھنا۔ جیسے ((الصلوة، الزكوة، الحيوة))

[1] حجية القراءات: ٩٦

۴۔ فصل و وصل

یعنی کلمہ کو مابعد سے کاٹ دینا یا اس سے ملا دینا مثلاً:

أم کی مَن سے قطع کی مثال: ﴿أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا﴾ (النساء: ۱۰۹)

أم کی من سے وصل کی مثال: ﴿أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ﴾ (الملك: ۲۱)

۵۔ ہمزہ:

رسم ہمزہ کے متعدد احوال ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمزہ یا تو ساکنہ ہوگا یا متحرکہ ہو گا۔ پھر ہمزہ ساکنہ یا تو متوسطہ ہوگا یا متطرفہ ہوگا۔ ہمزہ ساکنہ مذکورہ دونوں صورتوں میں اپنے ماقبل حرف کی حرکت کے موافق لکھا جائے گا۔ اگر ماقبل حرف مفتوح ہو تو الف کی صورت میں جیسے ﴿أنشأتم﴾ اگر مکسور ہو تو یاء کی صورت میں جیسے ﴿نبئ﴾ اور اگر مضموم ہو تو واؤ کی صورت میں جیسے ﴿اللؤلؤ﴾۔

ہمزہ متحرکہ اگر ابتداء کلام میں واقع ہو تو مطلقاً الف کی صورت میں لکھا جائے گا جیسے ((أبصر ، إخراج ، أعيذك))

اور اگر درمیان کلمہ میں واقع ہو اور اس کا ماقبل متحرک ہو تو ہمزہ مفتوحہ ماقبل فتحہ الف سے لکھا جائے گا جیسے: ﴿سألوا﴾ جبکہ ہمزہ مکسورہ ماقبل حرکات ثلاثہ یاء سے لکھا جائے گا جیسے ﴿يئسوا، بارئكم، سئلت﴾ اسی طرح ہمزہ مفتوحہ یا مضمومہ ماقبل کسرہ بھی یاء سے لکھا جائے گا۔ جیسے ﴿فئة، سنقرئك﴾۔

اگر ہمزہ مفتوحہ ضمہ کے بعد یا ہمزہ مضمومہ فتحہ کے بعد واقع ہو تو ان دونوں صورتوں میں واؤ سے لکھا جائے گا جیسے: ﴿رؤوف، مؤجلا﴾

اگر ہمزہ متحرکہ کا ماقبل ساکن ہو تو اس کی صورت کو حذف کر دیا جائے گا جیسے ﴿يسئمون، نساءكم﴾ الا یہ کہ ہمزہ مکسورہ الف ساکن کے بعد واقع ہو، اس کو یاء کی صورت پر لکھا جائے گا۔ جیسے ﴿قائمة﴾ یا ہمزہ مضمومہ الف ساکن کے بعد واقع ہو، اس کو واؤ کی صورت پر لکھا جائے گا جیسے: ﴿هاؤم﴾

ہمزہ متحرکہ اگر متطرفہ ہو اور اس کا ماقبل حرف بھی متحرک ہو تو ہمزہ کو ماقبل حرف کی حرکت کے مطابق لکھا جائے گا جیسے ﴿بدأ، قرئ، نقرؤه﴾ اور اگر ماقبل حرف ساکن ہو تو ہمزہ کی صورت محذوف ہوگی جیسے: ﴿ملء، شيء، سوء﴾ یہ رسم ہمزہ کے عمومی قواعد ہیں۔

بعض کلمات ان عمومی قواعد سے مستثنیٰ ہیں جو مخصوص رسم پر لکھے جاتے ہیں جیسے: ﴿رءيا﴾ (مريم: ٧٤) اس کلمہ کو ایک یاء سے لکھا گیا ہے اور ہمزہ کی صورت کو حذف کر دیا گیا ہے تاکہ اجتماع مثلین نہ ہو۔ ❶

اسی طرح لفظ ﴿تؤی﴾ اور ﴿تؤیه﴾ کو ایک واؤ سے، اور لفظ ﴿الرءيا﴾ کو بحذف واؤ سے لکھا گیا ہے۔

ان مستثنیٰ کلمات کے رسم میں متعدد اسرار و رموز ہیں، جن میں سے بعض سے ہم واقف ہو چکے ہیں اور بعض سے ابھی تک ناواقف ہیں۔ ❷

٦۔ وہ کلمہ جس میں دو قراءات ہوں اور اسے ایک کے مطابق لکھا گیا ہو۔

اس کی مثالیں:

﴿ وَوَصَّىٰ بِهَآ إِبْرَٰهِـۧمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ ﴾ (البقرة: ١٣٢)

اہل مدینہ اور اہل شام کے مصاحف میں ﴿وأوصى﴾ اور باقی مصاحف میں ﴿ وَوَصَّىٰ ﴾ مرسوم ہے تاکہ ہر شہر کی قراءت کے موافق ہو جائے۔

﴿ وَسَارِعُوٓاْ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ (آل عمران: ١٣٣)

اہل مدینہ اور اہل شام کے مصاحف میں ﴿سارعوا﴾ بدون واؤ، جبکہ باقی مصاحف میں ﴿ وَسَارِعُوٓاْ ﴾ واؤ کے ساتھ مرسوم ہے۔ تاکہ ہر شہر کی قراءت کے موافق ہو جائے۔

اس کی متعدد مثالیں پہلے گذر چکی ہیں۔)

❶ سمير الطالبين: ٧٨

❷ المقنع: ٣٣، ٤٣، ٦١۔ الاتقان: ٢١٢۔ سمير الطالبين: ٧٦۔ وما بعدها

ان قواعد کے بارے میں اہل علم کا موقف

چونکہ رسم عثمانی، رسم قیاسی کے قواعد کے خلاف ہے، لہٰذا اہل علم کا دو وجوہ سے اس میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

پہلی وجہ:

جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصاحف لکھے تھے، وہ قواعد عربیہ اور خط عربی کے ماہر تھے، انہوں نے مصاحف کا ایک بڑا حصہ ان قواعد کے مطابق ہی لکھا ہے اور اگر بعض کلمات کو ان قواعد کے مخالف لکھا ہے تو وہ بھی بعض أسرار و رموز کی بنیاد پر لکھا ہے۔ جو قرآن مجید کے مقام و مرتبے اور اس کی تلاوت کی کیفیت کے مطابق ہیں۔

معروف لغوی علامہ ابن فارس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عربیت کی معرفت پر سب سے بڑی دلیل ان کا مصاحف کو ان علل پر لکھنا ہے جو نحوی حضرات ذوات الیاء، ذوات الواؤ، مد، ہمزہ اور قصر میں بیان فرماتے ہیں، چنانچہ انہوں نے ذوات الیاء کو یاء سے، ذوات الواؤ کو واؤ سے اور ہمزہ ماقبل ساکن کو بدون صورت لکھا ہے۔ جیسے ﴿الخبء، الدفء، الملء﴾ پس یہ رسم حجت بن چکی ہے۔ حتی کہ بعض اہل علم رسم مصحف کی مخالفت کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ مجھے عبد الرحمٰن بن حمدان نے بیان کیا ہے۔ وہ محمد بن جہم السمری سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے امام فراء سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے:

''مجھے رسم مصحف کی اتباع...... اگر وہ کلام عرب کی کسی وجہ کے موافق ہو...... اور قراءۃ قرآن، ان کی مخالفت کرنے سے زیادہ محبوب ہیں۔''[1]

[1] الصاحبی فی فقه اللغة العربية ومسائلها: ۱۸، طبع دار الكتب العلمية

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ دیکھیں انہیں نے کیسے ﴿الصراط﴾ اور ﴿المصیطرون﴾ کو سین سے مبدلہ صاد کے ساتھ لکھا ہے اور اُصلی کلمہ سین سے اعراض کر لیا ہے۔ تاکہ سین والی قراءت اصل کے مطابق نکل آئے...... جو اگرچہ رسم کے مخالف ہے......اور رسم اور اصل والی دونوں قراءت برابر ہو جائیں اور اشمام والی قراءت کا احتمال پیدا ہو جائے۔ اگر اس کلمہ کو اصل کے مطابق سین سے لکھا جاتا تو اشمام والی قراءت فوت ہو جاتی اور غیر سین والی قراءت کو رسم اور اُصل دونوں کے خلاف سمجھا جاتا۔ [1] یہی وجہ ہے کہ سورۃ الاعراف والے ﴿بصطة﴾ [2] میں صاد کے ساتھ لکھے جانے کی وجہ سے اختلاف مشہور ہے۔ جبکہ سورۃ البقرۃ والے ﴿بسطة﴾ [3] میں سین کے ساتھ لکھے جانے کی وجہ سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ [4]''

---

[1] امام مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سین کے ساتھ ﴿السراط﴾ پڑھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اس کلمہ کی اصل سین ہے۔ اس کو صاد کے ساتھ اس کے بعد طاء کی وجہ سے بدلا گیا ہے، اور صاد کے ساتھ پڑھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ ہم رسم مصحف کے مطابق پڑھتے ہیں۔ سین حرف مہموس ہے جس میں پستی ہے اور اس کے بعد طاء حرف مطبق ہے جس میں بلندی ہے۔ لہٰذا مہموس پست حرف کے بعد مطبق بلند حرف کو پڑھنا دشوار ہے۔ اس لیے سین کو صاد سے بدل دیا گیا ہے تاکہ صاد اور طاء میں قربت پیدا ہو جائے اور ان دونوں حروف کو ایک ہی دفعہ بلندی سے پڑھنا زبان پر آسان ہو جائے۔ جمہور عرب اور اکثر قراء کرام اس مذھب پر ہیں۔
اشمام زاء سے پڑھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ صفت جہر میں صاد کی طاء سے مخالف ہے۔ کیونکہ صاد حرف مہموس ہے اور طاء حرف مجہور ہے۔ لہٰذا صاد میں جہر کرنے کے لیے اس میں زاء کا اشمام کرتے ہیں۔ کیونکہ زاء حرف مجہور ہے۔ چنانچہ طاء سے قبل ایسا حرف آجاتا ہے جو صفت اطباق اور صفت جہر میں طاء کے مشابہ ہے۔ (الکشف عن وجوہ القراءات السبع: ۱/۳۴، ۳۵)

[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً﴾ (الاعراف: ٦٨)

[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ﴾ (البقرۃ: ٢٤٧)

[4] النشر: ١/١٢، اس کا مطلب یہ ہے کہ سورہ بقرہ کا ﴿بسطة﴾ سین سے مکتوب ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ تمام قراء سین کے ساتھ پڑھنے پر متفق ہیں۔ جبکہ سورۂ اعراف کا ﴿بَصْطَةً﴾ صاد سے مکتوب ہے اور اس میں دو قراءات ہیں۔ اس کا یہ معنی بھی نہیں ہے کہ قراءت رسم کے تابع ہے۔ رسم مصاحف، ⇦⇦⇦

ان قواعد (یعنی حذف و زیادت، ابدال، قطع و وصل وغیرہ) کی اتباع کرنے والا بخوبی جانتا ہے کہ یہ اپنے اندر متعدد اُسرار و رموز کو سموئے ہوئے ہیں۔ اب ہم ان قواعد کے اُسرار و رموز کو تفصیلاً مثالوں کے ساتھ بیان کریں گے۔

⇦⇦⇦ قراءات سے متاخر ہے اور قراءت سنت متبعہ ہے۔ ہمارا مقصود یہاں یہ ہے کہ مصاحف عثمانیہ ایسے رسم پر لکھے گئے تھے جو نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت تمام وجوہ کا احتمال رکھتے تھے اور یہ رسم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصاحف کو صحیح قواعد واساس پر لکھا تھا۔

قواعد رسم عثمانی کے اسرار و رموز

(اُ) زیادت:

اس قاعدے کی مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ ﴿مائة﴾ میں الف کی زیادتی اس کلمہ اور ﴿منه﴾ کے درمیان فرق کرنے کے لیے کی گئی ہے۔ کیونکہ اس دور میں مصاحف نقاط و حرکات سے خالی تھے۔ اور ﴿مائتین﴾ کو اس کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے۔ یہ دونوں کلمات جہاں بھی آئیں زیادتی الف سے لکھے جائیں گے۔

۲۔ ﴿أولی﴾ میں واؤ کی زیادتی اس کلمہ اور ﴿إلی﴾ حرف جارہ کے درمیان فرق کرنے کے لیے کی گئی ہے۔ اسی طرح ﴿أولئك﴾ میں واؤ کی زیادتی اس کلمہ اور ﴿إلیك﴾ میں فرق کرنے کے لیے کی گئی ہے اور دیگر کلمات ﴿اولوا، اولات، اولائکم﴾ کو اس کے ساتھ ملحق کر دیا گیا ہے۔ ❶

۳۔ ﴿ وَٱلسَّمَآءَ بَنَيۡنَٰهَا بِأَيۡيْدٖ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴾ (الذاریات: ۴۷) کے لفظ ﴿ بِأَيۡيْدٖ ﴾ میں یاء کی زیادتی اس کلمہ اور ﴿الأید﴾ بمعنی قوت میں فرق کرنے کے لیے کی گئی ہے۔ ❷ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ بِأَيۡيْدٖ ﴾ قوت و قدرت کے معنی میں ہے۔ ❸

اہل علم کا اس امر میں اختلاف ہے کہ لفظ ﴿ بِأَيۡيْدٖ ﴾ میں پہلی یاء زائدہ ہے یا دوسری یاء زائدہ ہے؟

---

❶ النشر: ۱/ ۹۲۔ ۴۵۷ ❷ البرہان: ۱/ ۳۸۷
❸ القرطبی: ۱۷/ ۵۲

ہمارے موجودہ مصاحف میں دوسری یاء کی زیادتی پر عمل ہے، یہی وجہ ہے کہ گول دائرہ دوسری یاء پر لگایا جاتا ہے۔ جیسے: ﴿ بِأَيْيْدٍ ﴾

(ب) حذف:

اس قاعدہ کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(ا): حذف اُلف:

قرآن مجید میں حذف الف کی متعدد و متنوع مثالیں پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے بعض اختلاف قراءات اور بعض دیگر اسباب کی طرف لوٹتی ہیں۔ جن کے اسرار نامعلوم ہیں۔ اہل علم حذف کو تین اقسام (حذف اشارہ، حذف اختصار اور حذف اقتصار) میں تقسیم کرتے ہیں۔ جن کا معنی اور مثالیں پہلے گذر چکی ہیں۔

☆ عجمی اَسماء سے حذف الف کی اُمثلہ:

امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تمام اہل علم نے عجمی مستعمل اسماء کے الف کو حذف کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ جیسے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، ہارون اور لقمان وغیرہ، اور سلیمان، صالح اور مالک جیسے غیر عجمی اسماء کے الف کو بکثرت استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے۔ لیکن وہ عجمی اسماء جو کثرت سے مستعمل نہیں ہیں وہ الف کے ساتھ مرسوم ہیں جیسے: ((الطالوت، جالوت)) یا ((یاجوج و ماجوج)) وغیرہ۔" [1]

☆ دو یا دو سے زیادہ قراءات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے حذف الف کی مثالیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ ﴾ (البقرة: ۹)

اس آیت مبارکہ کے لفظ ﴿ وَمَا يَخْدَعُونَ ﴾ کو بدون الف لکھا گیا ہے تاکہ ﴿ وَمَا يُخَادِعُونَ ﴾ بالالف والی قراءت کا احتمال باقی رہے۔ [2]

[1] البرهان: ۱/۳۹۱، ۳۹۲ [2] اتحاف فضلاء البشر: ۱/۳۷۷

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَرَى ٱلشَّمْسَ إِذَا طَلَعَت تَّزَٰوَرُ عَن كَهْفِهِمْ .... ﴾ (الکهف: ۱۷)

اس آیت مبارکہ کے لفظ ﴿تزور﴾ میں تین قراءات ہیں:

۱۔ ﴿تَزْوَرُّ﴾ زاء کے سکون، راء کی تشدید اور بدون الف، یہ ابن عامر اور یعقوب کی قراءت ہے۔

۲۔ ﴿تَزَاوَرُ﴾ زاء مخففہ کے فتحہ، راء کی تخفیف اور زاء کے بعد الف سے۔ یہ کوفیوں کی قراءت ہے۔

۳۔ ﴿تَزَّاوَرُ﴾ زاء مشددہ کے فتحہ، راء کی تخفیف اور زاء کے بعد الف سے۔ یہ باقی قراء کی قراءت ہے۔

چنانچہ اس کلمہ کو ﴿تزور﴾ بحذف الف لکھا گیا ہے تا کہ تینوں قراءات پڑھی جا سکیں۔ جس طرح ﴿ مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ ﴾ سے دونوں قراءات پڑھی جاتی ہے۔ [1]

۲۔ حذف واؤ:

(أ) وہ کلمات جن میں ضمہ پر اکتفاء کرتے ہوئے واؤ کو حذف کیا گیا ہے، اور یہ کل چار افعال ہیں۔

۱۔ ﴿ وَيَدْعُ ٱلْإِنسَٰنُ بِٱلشَّرِّ .... ﴾ (الاسراء: ۱۱) یہاں لفظ ﴿يَدْعُ﴾ کی واؤ محذوفہ ہے۔ اس کی اصل ﴿یدعو﴾ ہے۔

۲۔ ﴿ وَيَمْحُ ٱللَّهُ ٱلْبَٰطِلَ ﴾ (الشوریٰ: ۲۴) یہاں ﴿وَيَمْحُ﴾ کی واؤ حذف ہے۔ اس کی اصل ﴿ویمحو﴾ ہے۔

۳۔ ﴿ يَوْمَ يَدْعُ ٱلدَّاعِ .... ﴾ (القمر: ۶) یہاں ﴿ يَدْعُ ﴾ کی واؤ محذوف ہے۔ اس کی اصل ﴿یدعو﴾ ہے۔

۴۔ ﴿ سَنَدْعُ ٱلزَّبَانِيَةَ ﴾ (العلق: ۱۸) یہاں ﴿ سَنَدْعُ ﴾ کی واؤ محذوف ہے۔ اس کی

[1] اتحاف فضلاء البشر: ۲/ ۲۱۰

اصل ﴿سندعو﴾ ہے۔ [1]

(ب) وہ کلمات جن میں نون اضافت کی وجہ سے اور واؤ اکتفاء ضمہ کی وجہ سے محذوف ہے جیسے: ﴿وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (التحریم: ٤) یہ کلمہ اصل میں ﴿وصالحون﴾ ہے۔

۳۔ حذف یاء:

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر یاء کو حذف کیا گیا ہے۔ خواہ وہ یائے اُصلیہ ہو جیسے: ﴿الداع﴾ اس کی اُصل ﴿الداعی﴾ ہے، یا یائے زائدہ ہو جیسے: ﴿فارھبون، فاتقون﴾۔

مصاحف میں تخفیفاً یاء کو حذف کیا جاتا ہے اور یہ عرب کے ہاں ایک معروف لغت ہے۔ وہ کہتے ہیں: ((جاء نی القاضِ، مررت بالقاضِ)) وہ یاء پر کسرہ کی دلالت کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیتے ہیں۔ یہاں تک بحث کا تعلق لغت کے اعتبار سے ہے۔ [2]

بسا اوقات یاء کو اس لیے حذف کیا جاتا ہے، کہ وہ اثبات یاء اور حذف یاء دونوں قراءات پر دلالت کر سکے۔ بعض قراء کرام اس کو وصلا و وقفا حذف کرتے ہیں، بعض اس کو وصلاً ووقفاً ثابت رکھتے ہیں اور بعض وصلاً ثابت رکھتے ہیں اور وقفاً حذف کرتے ہیں۔

جو اسے وصلاً و وقفاً حذف کرتے ہیں، وہ رسم کی اتباع، کسرہ کی یاء پر دلالت اور وقف کو

---

[1] علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ مذکورہ چاروں افعال میں واؤ کو فعل کے وقوع کی سرعت، فاعل پر اس فعل کی سہولت اور شدت قبولیت پر دلالت کرنے کے لیے حذف کیا گیا ہے۔

۱۔ ﴿سَنَدْعُ ٱلزَّبَانِيَةَ﴾ اس میں فعل کی سرعت اور پکڑنے کی قوت پر دلالت ہے اور یہ بہت بڑی وعید ہے۔

۲۔ ﴿وَيَمْحُ ٱللَّهُ ٱلْبَٰطِلَ﴾ اس میں حق کے جلدی آنے اور باطل کے جلدی سے بھاگ جانے پر دلالت ہے۔

۳۔ ﴿وَيَدْعُ ٱلْإِنسَٰنُ بِٱلشَّرِّ ....﴾ اس کلمہ میں حذف واؤ اس امر پر دلالت کر رہی ہے کہ انسان کے لیے شر کو قبول کرنا انتہائی آسان ہے اور وہ خیر کی نسبت اسے جلدی قبول کر لیتا ہے۔

۴۔ ﴿يَوْمَ يَدْعُ ٱلدَّاعِ﴾ اس میں حذف واؤ، دعاء اور اس کی قبولیت کی سرعت دونوں پر دلالت کر رہی ہے۔

البرھان: ۱/۳۹۷، ۳۹۸

[2] الکشف عن وجوہ القراءات السبع: ۱/۳۳۱

وصل کے قائم مقام سمجھ کر حذف کر دیتے ہیں۔

جو اسے وصلاً و وقفاً ثابت رکھتے ہیں وہ اصل کا اعتبار کرتے ہیں۔

اور جو اسے وصلاً ثابت رکھتے ہیں اور وقفاً حذف کر دیتے ہیں، وہ وصل میں اصل کا اعتبار کرتے ہیں اور وقف میں رسم مصحف کا اعتبار کرتے ہیں، کیونکہ خط عموماً وقف و ابتداء کے موافق لکھا جاتا ہے۔ جب یاء خط میں ثابت نہ ہو تو اسے وقف رسم کی اتباع میں حذف کر دیتے ہیں۔ [1]

(ج) بدل:

بدل کا لغوی معنی عوض ہے، جبکہ اصطلاح میں بدل سے مراد ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف لانا ہے۔ قرآن مجید میں بدل کی متعدد صورتیں ہیں جیسے الف کو واؤ یا یاء سے، سین کو صاد سے، ھاء کو تاء، اور نون کو الف سے بدل دینا۔ ان تمام حروف کو متعدد اسرار و علل کی بنیاد پر بدلا جاتا ہے، جنہیں یہاں بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔ اس کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ بعض کلمات میں اُلف کو یاء سے لکھا جاتا ہے، تاکہ اصل پر دلالت ہو سکے کہ یہاں اَصلاً یاء ہے۔ جیسے ﴿رمی، أعطی، استسقی، اهتدی﴾ ان کلمات میں امالہ کرنے والوں کے لیے امالہ کیا جائے گا۔

۲۔ بعض کلمات میں الف کو واؤ سے لکھا جاتا ہے تاکہ اصل پر دلالت ہو سکے کہ اس کی اصل واؤ ہے جیسے ﴿الصلوة﴾ اس کی جمع ﴿صلوات﴾ آتی ہے۔ اسی طرح لفظ ﴿الربوا﴾ ہے جو ربا یربو سے مشتق ہے۔

۳۔ ھاء کی تاء سے کتابت: بعض کلمات میں ھائے تانیث کو تاء کے ساتھ اور بعض میں ھاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ جن کلمات میں ھاء سے مرسوم ہے جیسے: ﴿رحمة، نعمة، کلمة﴾ ان میں وقف بالھاء کرنے پر تمام قراء کا اتفاق ہے۔

اور جن کلمات میں وہ تاء کے ساتھ مرسوم ہے جیسے: ﴿رحمت، نعمت، کلمت﴾ ان

---

[1] الکشف عن وجوه القراءات السبع: ۱/۳۳۳

میں وقفاً قراء کرام کے لیے دو وجوہ ہیں:

پہلی وجہ: ...... ھاء کے ساتھ وقف، جس طرح مرسوم بالھاء اصل کلمات میں وقف بالھاء پر تمام قراء کا اتفاق ہے..... یہاں کے تاء کو ھاء سے بدل دیں گے۔

دوسری وجہ:...... تاء کے ساتھ وقف، کیونکہ مصحف میں تاء لکھی ہوئی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بعض کلمات کے رسم میں فرق کیا ہے۔ بعض کلمات کو تاء کے ساتھ لکھا ہے، تا کہ اس سے دونوں قراءات نکل سکیں۔ اس کے برعکس مرسوم بالھاء کلمات میں صرف ایک ہی وجہ ہے۔ ❶

(د) قطع و وصل:

علم الرسم کے اہم ترین ابواب میں سے ایک ((باب القطع والوصل)) ہے۔ اس کو مقطوع اور موصول بھی کہتے ہیں۔

اہل علم نے ہر قاری پر اس کی معرفت کو واجب قرار دیا ہے، تا کہ ہر کلمہ پر مصاحف عثمانیہ میں مرسوم اس کے رسم کے مطابق وقف کر سکے۔

جب کلمہ اپنے غیر سے مفصول ہو تو قاری کے لیے عند الضرورہ اس کے کسی ایک جزء پر وقف کرنا جائز ہے۔ جیسے بچوں کو تعلیم دیتے وقت، امتحان لیتے وقت یا سانس ختم ہو جاتے وقت وقف کر لینا۔

اور اگر وہ اپنے مابعد کے ساتھ موصول ہو تو صرف اس کے دوسرے جزء پر وقف کرنا جائز ہے۔ ❷

اس کی مثالوں میں ایک ﴿أم﴾ کا ﴿من﴾ کے ساتھ موصول و مقطوع ہونا ہے۔

یہ دونوں کلمات چار جگہ پر باہم مفصول مرسوم ہیں۔

پہلی جگہ:...... ﴿أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا﴾ (النساء: ۱۰۹)

دوسری جگہ:...... ﴿أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَـٰنَهُۥ عَلَىٰ شَفَا.....﴾ (التوبہ: ۱۰۹)

❶ النشر: ۱۲۸/۲ ❷ النشر: ۱۴۸/۲ ومابعدھا

تیسری جگہ:...... ﴿أَم مَّنْ خَلَقْنَآ ....﴾ (الصافات: ۱۱)

چوتھی جگہ:...... ﴿أَم مَّن يَأْتِيٓ ءَامِنًا يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ﴾ (فصلت: ٤٠)

ان چاروں مقامات کے علاوہ قرآن مجید میں ہر جگہ موصول لکھے ہوئے ہیں جیسے:

﴿أَمَّن لَّا يَهِدِّيٓ﴾ (یونس: ۳۵)

﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ﴾ (النمل: ٦٢)

﴿أَمَّن يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَٰتِ﴾ (النمل: ٦٣)

نیز یہ بات یاد رہے کہ بعض کلمات کا مخصوص رسم، اختلاف قراءات کی طرف لوٹتا ہے اور اس کی تین انواع ہیں۔

پہلی نوع: ...... وہ کلمہ جس میں دو قراءات ہوں اور اسے ایک قراءت پر لکھا گیا ہو، جیسے: ﴿صِرَٰطَ﴾، ﴿وَيَبْصُۜطُ﴾، ﴿ٱلْمُصَۜيْطِرُونَ﴾

دوسری نوع :...... وہ کلمہ جس میں دو قراءات ہوں اور اسے ایک قراءت کے رسم پر لکھا گیا ہو اور وہ رسم دونوں کا احتمال رکھتا ہو جیسے: ﴿مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ﴾ (الفاتحہ: ٤) اس آیت مبارکہ میں لفظ ﴿مَٰلِكِ﴾ بدون الف مرسوم ہے جو الف والی قراءت کا بھی احتمال رکھتا ہے۔

تیسری نوع: ...... وہ کلمہ جس میں دو یا دو سے زیادہ قراءات ہوں اور اسے ہر مصحف میں بھیجے گئے شہر کی قراءت کے موافق لکھا گیا ہو جیسے: ﴿وَقَالُوا۟ ٱتَّخَذَ ٱللَّهُ وَلَدًا﴾ (البقرۃ: ۱۱٦) یہ کلمہ شامی مصحف میں ﴿قَالُوا۟﴾ بدون واؤ مرسوم ہے اور امام ابن عامر شامی کی قراءت بھی بدون واؤ ہے۔ جبکہ باقی مصاحف میں واؤ کے ساتھ مکتوب ہے۔ اس کی متعدد مثالیں پہلے ہی گذر چکی ہیں۔ [1]

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مصاحف عثمانیہ کی اس مخصوص رسم پر کتابت کے متعدد اَسرار و رموز

[1] النشر: ۲/ ۲۲۰

ہیں، جن میں سے بعض سے ہم آگاہ ہو چکے ہیں اور بعض سے ابھی تک لاعلم ہیں۔

امام ابو عمرو دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رسم اور نقط میں سے کوئی شے بھی ایسی نہیں ہے، جسے سلف نے بطور اصطلاح استعمال کیا ہو۔ مگر انہوں نے صحت وصواب کی وجہ کو پانے کے لیے پوری کوشش کی ہے، اور اس کے ذریعے وہ لغۃ وقیاس کے رستے پر چلے ہیں۔ وہ علم وفن اور فصاحت و بلاغت کے بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ جس نے جان لیا سو جان لیا، اور جو جاہل رہا سو جاہل رہا۔ فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے، عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔''[1]

دوسری وجہ: کتابت مصحف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غلطی:

کتابت مصاحف میں اختلاف کا سبب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قواعد رسم سے جاہل اور صنعتوں سے دور ہونا ہے۔ یہ قول معروف مؤرخ علامہ ابن خلدون کی طرف منسوب ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''ابتدائے اسلام میں عربی خط اتقان وجودت میں انتہائی، بلکہ متوسط درجے تک بھی نہ پہنچا تھا، کیونکہ عرب بداوت وتوحش کے زیادہ قریب تھے اور صنعتوں سے دور تھے۔ آپ دیکھیں کہ مصحف کے رسم میں اسی لیے خطا واقع ہوئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصحف کو اپنے خطوط کے مطابق لکھا تھا، جو ابھی تک جودت میں غیر مستحکم تھے۔ اسی لیے ان کے خطوط نے متعدد مقامات پر جدید صنعت خط کی مخالفت کی ہے۔ پھر تابعین عظام نے انہی کے رسم پر اکتفا کر لیا۔ اور اسے تبرک سمجھ کر محفوظ کر لیا، کیونکہ وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی، مخلوق میں سے بہترین اور آپ سے براہ راست وحی اخذ کرنے والے تھے۔ جس طرح عصر حاضر میں کسی بادشاہ یا عالم دین کے خط کو محفوظ کر لیا جاتا ہے اور صحیح و غلط دونوں

---

[1] المحکم: ١٩٦

طرح کے رسم میں اس کی اتباع کی جاتی ہے...... حالانکہ ان کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کیا نسبت ہے...... اسی طرح ان کے خط کی اتباع کی گئی اور ان کے رسم کو ثابت کر لیا گیا اور علماء نے اس کے مقامات کی نشاندہی فرما دی۔''

پھر مزید فرماتے ہیں:

''آپ اس امر میں بعض مغفلین کے دعوے پر ہرگز توجہ نہ دیں جو کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صنعت خط کے ماہر تھے۔ ان کے خطوط کی قواعد رسم کے ساتھ مخالفت کو جو رنگ دیا جاتا ہے وہ درست نہیں ہے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک کی ایک وجہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ﴿ لَأَاْذْبَحَنَّهُ ﴾ جیسے کلمات میں الف کی زیادتی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ فعل ذبح ابھی واقع نہیں ہوا اور ﴿ بِأَيْيْدٍ ﴾ جیسے کلمات میں یاء کی زیادتی کمال قدرت ربانی پر دلالت کرتی ہے۔ یہ اور اس جیسی دیگر مثالیں اٹکل پچو کے سوا کچھ نہیں ہیں، ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ انہیں اس مقام پر اس عقیدے نے لا کھڑا کیا ہے کہ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و شان ہے۔ کیونکہ ان کا گمان ہے کہ مہارت خط میں انسانی کمال ہے اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ خط کے ماہر نہیں تھے تو یہ کہنے میں ان کی گستاخی اور توہین ہے۔ لہٰذا اس توہین سے بچنے کے لیے ان کی طرف مہارت خط کی نسبت کی جائے۔ حالانکہ ایسا طرز عمل صحیح نہیں ہے۔'' [1]

اس رائے کے حاملین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب بعض آثار سے استدلال کیا ہے۔ جن کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے بعض کلمات کے رسم میں غلطی واقع ہوئی ہے۔ ان آثار میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱ ...... ((عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ عَبْدِ الْأَعْلٰی بْنِ

[1] تاریخ ابن خلدون: ۷۵۷/۱۔ دار الکتب اللبنانی طبعة: ۱۹۵۷

عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ الْقُرَشِيِّ، قَالَ: لَمَّا فُرِغَ مِنَ الْمُصْحَفِ أُتِيَ بِهٖ عُثْمَانَ، فَنَظَرَ فِيْهِ، فَقَالَ: قَدْ أَحْسَنْتُمْ وَأَجْمَلْتُمْ، أَرٰى فِيْهِ شَيْئًا مِنْ لَحْنٍ، وَسَتُقِيْمُهُ الْعَرَبُ بِأَلْسِنَتِهَا)) [1]

''حارث بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے، وہ عبدالاعلیٰ بن عبداللہ بن عامر القرشی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب مصحف مکمل کر لیے گئے تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لائے گئے۔ آپ نے ان میں دیکھا اور فرمایا: تم نے بہت

[1] المقنع: ۱۲۱۔ سیر أعلام النبلاء: ۴/۴۴۲۔ معرفة القراء الکبار: ۱/۶۸۔ الدر المنثور: ۲/۷۴۵۔ کتاب المصاحف: ۱/۲۳۲۔ اہل علم نے اس اثر سے استدلال کرنے کا مناقشہ کیا ہے کہ اس اثر سے استدلال کرنا متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔

امام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اثر ہمارے نزدیک حجت نہیں ہے، اور دو پہلوؤں سے غیر صحیح ہے۔

۱۔ اس کی سند میں اختلاط اور الفاظ میں اضطراب ہے۔ یہ مرسل روایت ہے، کیونکہ ابن یعمر اور عکرمۃ نے نہ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور نہ ہی ان سے سماع کیا ہے۔

۲۔ نیز اس روایت کے ظاہری الفاظ اس امر کی نفی کرتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا کہا ہوگا۔ کیونکہ ان الفاظ میں آپ کی توہین و گستاخی پنہاں ہے۔ آپ تو دین اسلام میں بڑے بلند مقام پر فائز تھے اور امت کی اصلاح و خیر خواہی کے لیے دن رات کوشاں رہتے تھے۔ یہ ایک ناممکن سی بات ہے کہ ایک طرف تو آپ امت کا اختلاف ختم کرنے کے لیے نقل مصاحف کی نگرانی کر رہے ہوں اور دوسری طرف وہ ان مصاحف میں ایسی غلطیاں چھوڑ دیں جنہیں بعد والے صحیح کرنے کی کوشش کریں۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے اس اثر کے صحیح ثابت ہو جانے کی صورت میں آپ کا جواب کیا ہو گا؟ تو میں کہوں گا: یہاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصود بدون رسم تلاوت ہے۔ کیونکہ ایک ہی رسم سے مختلف معانی نکل سکتے ہیں: مثلاً: ﴿أَوْ لَأَاْذْبَحَنَّهُۥٓ﴾، ﴿وَلَأَاْوْضَعُوا﴾، ﴿مِن نَّبَإِي۟ ٱلْمُرْسَلِينَ﴾، ﴿سَأُو۟رِيكُمْ﴾ اور ﴿ٱلرِّبَوٰا۟﴾ اگر ان الفاظ کو حقیقت رسم کی معرفت کے بغیر اشباہ سے پڑھا جائے تو ایجاب نفی میں تبدیل ہو جائے گا، اور لفظ میں ایک ایسا حرف زیادہ ہو جائے گا جو اس میں شامل نہیں ہے۔ لہٰذا سننے والے کو غلطی لگ جائے گی۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس رسم کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اس لحن کو عرب خود ہی درست کر لیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ وہ اس کی حقیقت اور اس سے تلاوت کرنے کو بخوبی جانتے ہیں۔ المقنع: ۱۱۹

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہ خبر باطل ہے اور چند وجوہ سے غیر صحیح ہے۔ ⇦⇦⇦

حسین وجمیل کام کیا ہے۔ میں ان میں کچھ لحن دیکھتا ہوں، عنقریب عرب اسے اپنی زبان دانی سے درست کرلیں گے۔“

((عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ لَحْنِ الْقُرْآنِ: ”إِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ“ ❶ ”وَالْمُقِيمِينَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ“ ❷، ”وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّبِئُوْنَ“ ❸، فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أُخْتِيْ! هٰذَا عَمَلُ الْكُتَّابِ أَخْطَاءُوْا فِي الْكِتَابَةِ ❹))

”ھشام بن عروہ رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے قرآن مجید کی ان آیات ﴿ان هذن لسحرن﴾، ﴿والمقيمين الصلوة﴾ اور ﴿والذين هادوا والصابئون﴾ میں لحن کے متعلق پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: اے بھانجے! یہ کاتبوں کا کیا دھرا ہے، انہوں

⇦⇦⇦ (ا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چھوٹے سے چھوٹے منکر پر بھی فوراً انکار کردیتے تھے، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ قرآن مجید غلط پڑھتے رہے ہوں اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا ہو، اور پھر اسے درست کرنے میں کوئی مانع بھی نہ ہو۔

(ا) عرب اپنی کلام میں غلطی کو انتہائی قبیح جانتے تھے، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ قرآن مجید میں غلطی کی قباحت کو باقی رکھتے۔

(۲) ﴿ستقيمه العرب بألسنتها﴾ سے حجت پکڑنا غیر صحیح ہے، کیونکہ قرآن مجید عربی اور عجمی دونوں پڑھتے ہیں۔

(۳) صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ لفظ ﴿التابوت﴾ کی تاء کو لغت انصار پر لکھنا چاہتے تھے، مگر ساتھیوں نے منع کر دیا۔ چنانچہ وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اس تاء کی بابت پوچھا: تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ تاء، لغت قریش کے مطابق لکھنے کا حکم دیا...... اسی طرح جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو علم ہوا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿عتى حين﴾ لغت ھذیل پر پڑھاتے ہیں تو فوراً اس کا انکار کر دیا اور فرمایا: لوگوں کو لغت قریش کے مطابق پڑھاؤ، کیونکہ قرآن مجید اس لغت پر نازل ہوا ہے۔ لغت ھذیل میں نازل نہیں ہوا ہے۔(مجموع الفتاوی: ۱۵/ ۲۵۲ ...... ۲۵۵)

❶ (طٰہ: ٦٣)، ان کلمات میں متعدد قراءات ہیں جن کی تفصیل کتب قراءات میں موجود ہے۔(الاتحاف: ٢/ ٢٤٩)

❷ (النساء: ١٦٢)، اہل علم فرماتے ہیں کہ ﴿المقيمين﴾ منصوب علی المدح ہے۔(التبیان فی اعراب القرآن: ١/ ٤٠٧)

❸ (المائدۃ: ٦٩)، اس میں ﴿والصابئون﴾ مرفوع علی الابتداء ہے۔ جس کی خبر محذوف ہے۔(الاتحاف: ١/ ٥٤١)

❹ طبری: ١/ ١٨، المقنع: ١٢٣، فضائل القرآن: ٢٢٩، قرطبی: ٦/ ١٤۔ الاتقان: ١/ ٤٩٥۔ الدر المنثور: ٢/ ٧٤٤

نے کتابت میں غلطی کی ہے۔"

مذکورہ رائے کا رد:

مذکورہ رائے کا متعدد پہلوؤں سے رد کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ یہ دعویٰ ہی باطل ہے کہ عربی کتابت عہد نبوی میں لغت کے تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز و قاصر تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ کتابت جزیرہ عرب کے شمال میں بلاد أنباط میں پیدا ہوئی، پھر سیاست کے ماتحت مشرق کی طرف پھیل گئی اور عراق کے شہر حیرہ میں ارتقائی مراحل طے کرتی رہی اور اسلام سے قبل عراق عربی میں عام ہوگئی۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ مکہ میں عربی کتابت حیرہ سے آئی۔ لہٰذا یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ اہل مکہ نے اہل حیرہ سے کتابت سیکھ کر غیر قریش کو بھی سکھلائی ہو۔ [1]

عہد اسلام سے قبل کے خطوط و نقوش سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب آمد اسلام سے تین صدیوں سے بھی زیادہ پہلے کتابت کیا کرتے تھے، اگرچہ ان میں کتابت بعثت نبوی کے قریب جا کر زیادہ معروف ہوئی۔ [2]

مؤرخین نے ایسے متعدد افراد کے نام ذکر کیے ہیں جو دور جاہلیت میں کتابت سکھلایا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک عمرو بن زرارۃ تھے، جنہیں کاتب کہا جاتا تھا۔ ایک غیلان بن سلمہ تھے، اور قبیلہ بنو ثقیف کتابت کے حوالے سے سب سے زیادہ مشہور و معروف تھا۔ [3]

لقیط بن یعمر الأیادی لغت عربی کا کاتب اور معروف شاعر تھا، وہ بلاد فارس میں ترجمان کی خدمات انجام دیا کرتا تھا۔ وہ اپنی قوم کی طرف خط لکھ کر کہتا ہے۔

سَلَامٌ فِي الصَّحِيْفَةِ مِنْ لَقِيْطٍ ﴿﴾ اِلٰى مَنْ بِالْجَزِيْرَةِ مِنْ أَيَادِ

"سلام ہو، خط کے ٹکڑے میں، لقیط کی جانب سے، جزیرہ میں بنو ایاد

---

[1] تاریخ العرب قبل الاسلام للدکتور جواد علی: ۶۵/۷

[2] مصادر الشعر الجاهلی: ۲۵

[3] مصادر الشعر الجاهلی: ۵۰

کی طرف۔''❶

اس زمانے میں صرف مرد ہی کتابت وقراءت نہیں جانتے تھے، بلکہ بعض عورتیں بھی کتابت سے واقف تھیں۔ ان میں سے ایک سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قبیلے سے تعلق رکھنے والی عورت الشفاء بنت عبد تھیں جو اسلام سے پہلے اور اسلام کے بعد کتابت کیا کرتی تھیں۔ اس نے سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کو کتابت سکھلائی۔ ❷

فتوح البلدان (٦٦٠) میں ہے کہ مکہ میں دخول اسلام کے وقت سترہ افراد کتابت جاننے والے موجود تھے۔

جب اسلام مدینہ میں داخل ہوا تو کتابت نے خوب ترقی کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کا چار ہزار درہم فدیہ مقرر کیا اور فرمایا کہ جو شخص یہ فدیہ نہیں دے سکتا وہ مسلمانوں کے دس بچوں کو کتابت وقراءت سکھا کر آزاد ہو جائے۔ ❸

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ صرف کتابت جانتے تھے، بلکہ نقاط وشکل سے بھی آگاہ تھے۔

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَجُـرِدَتِ الْمَصَاحِفُ جَمِيْعُهَا مِنَ النُّقَطِ وَالشَّكْلِ لِيَحْتَمِلَهَا مَا صَحَّ نَقْلُهُ وَثَبَتَ تِلَاوَتُهُ عَنِ النَّبِيِّ)) ❹

''تمام مصاحف کو نقط وشکل سے خالی رکھا گیا تاکہ ان کا رسم صحیح نقل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تلاوت کا احتمال رکھے۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

((جَرِّدُوْا الْقُرْآنَ لِيَرْبُوْ فِيْهِ صَغِيْرُكُمْ وَلَا يَنْأَى عَنْهُ كَبِيْرُكُمْ)) ❺

''قرآن مجید کو نقاط وحرکات سے خالی رکھو، تاکہ تمہارے بچے اسی میں پرورش

❶ مصادر الشعر الجاهلي: ١٠٧، ١١٤

❷ مستدرك حاكم: ٤/٥٧۔ صحيح على شرط الشيخين

❸ طبقات ابن سعد: ٢/٢٦ ❹ النشر: ١/٧

❺ الفائق للزمخشري: ١/١٧٦

پائیں اور تمہارے بڑے اس سے مدافعت کریں۔"

یعنی مصاحف کو نُــقَــط ، فواتح اور اَعشار وغیرہ سے خالی رکھو تا کہ تمہارے بچے یہ نہ سمجھیں کہ یہ بھی قرآن کا حصہ ہیں۔

مذکورہ دلائل کی روشنی میں امام ابن خلدون کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ ابتداء اسلام میں عربی خط، اتقان وجودت کے اعلیٰ معیار پر فائز نہیں تھا۔

۲۔ سابقہ دلائل کو بنظر غائر پڑھنے والا شخص اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصاحف کی کتابت انتہائی دقت نظر کے ساتھ فرمائی ہے، اور اگر انہوں نے کسی جگہ حروف کو نطق سے کم یا زیادہ لکھا ہے تو ان اُسرار و حکم کی بنیاد پر لکھا ہے جو پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔

نیز انہوں نے اگر ایک ہی کلمہ کو مختلف مقامات پر مختلف صورتوں کے ساتھ لکھا ہے تو اس کی وجہ اس کلمہ میں قراءات قراءنیہ کا اختلاف ہے۔ مثلاً: ایک کلمہ ﴿الأيكة﴾ قرآن مجید میں چار مقامات پر آیا ہے۔

پہلا:...... ﴿ وَإِن كَانَ أَصْحَٰبُ ٱلْأَيْكَةِ لَظَٰلِمِينَ ﴾ (الحجر: ۷۸)

دوسرا:...... ﴿ كَذَّبَ أَصْحَٰبُ لْـَٔيْكَةِ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴾ (الشعراء: ۱۷۶)

تیسرا:...... ﴿ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَٰبُ لْـَٔيْكَةِ ﴾ (ص: ۱۳)

چوتھا:...... ﴿ وَأَصْحَٰبُ ٱلْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ﴾ (ق: ۱۴)

مذکورہ کلمہ کو سورۃ الشعراء اور سورہ ص میں بدون الف قبل اللام ﴿ لْـَٔيْكَةِ ﴾ اور سورۃ الحجر اور سورۃ ق میں بالالف قبل اللام ﴿ ٱلْأَيْكَةِ ﴾ لکھا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ سورہ الشعراء اور سورۃ ص میں دو قراءت پائی جاتی ہیں:

پہلی قراءت: ...... ﴿ لَيْكَةَ ﴾ بدون الف، بفتح اللام، بدون ہمزہ بعد اللام اور غیر منصرف ہونے کی بنا پر تائے تانیث پر فتح، یہ نافع، مکی، شامی اور ابوجعفر کی قراءت ہے۔

دوسری قراءت: ...... ﴿ ٱلْأَيْكَةِ ﴾، اَلام سے پہلے ہمزہ وصلی، لام کے سکون اور

اس کے بعد ہمزہ مفتوحہ اور تائے تانیث کے کسرہ سے، یہ باقی تمام قراء کرام کی قراءت ہے اور یہ دونوں قراءات ہی صحیح اور متواتر ہیں۔

جبکہ سورۃ الحجر اور سورۃ ق میں صرف ایک ہی قراءت پائی جاتی ہے، لہٰذا ان دونوں مقامات پر اس کلمہ کو ﴿ٱلْأَيْكَةِ﴾ ہمزہ وصلی، سکون لام، ہمزہ مفتوح بعد اللام اور کسرہ تاء سے پڑھا گیا ہے۔[1]

مذکورہ مثال سے مستنبط نتائج:

مذکورہ مثال سے درج ذیل دو نتائج مستنبط ہوتے ہیں:

پہلا نتیجہ:......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کلمات کو دقیق قواعد وضوابط کے مطابق لکھا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین اور اپنی کتاب کی حفاظت کے لیے اپنے نبی ﷺ کے ساتھ منتخب فرمالیا ہے۔ لہٰذا ان کی طرف اس جیسے عظیم الشان کام میں غلطی اور خطا کی نسبت کرنا درست نہیں ہے۔

دوسرا نتیجہ:......قراءت سنت متبعہ ہے، اس میں اجتہاد و قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ورنہ مثال مذکورہ میں کلمہ ﴿ٱلْأَيْكَةِ﴾ میں بعض جگہ دو قراءتیں اور بعض جگہ ایک قراءت نہ پڑھی جاتی۔ تمام جگہ یا تو ایک ہی قراءت ہوتی یا پھر دو ہوتیں۔

نیز اس کلمہ میں بدون ہمزہ وصلی ﴿لَيْكَةَ﴾ والی قراءت کے بارے میں جو یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ رسم سے مستنبط ہے، مردود ہے۔ کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ قراءت، کتابت سے مقدم ہے۔

رسم سے قراءات قرآنیہ کے استنباط کا نظریہ، کہ مصاحف عثمانیہ چونکہ نقاط وحرکات سے خالی تھے اور بعض کلمات کو ایک مخصوص طریقہ کے مطابق لکھا گیا تھا، جس کے سبب قراءات کا اختلاف پیدا ہوگیا، ایک الحادی نظریہ ہے۔ جو بعض مستشرقین کی جانب سے شریعت کے مصدر اول قرآن مجید کی صحت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے گھڑا گیا ہے۔

---

[1] اتحاف فضلاء والبشر: ۲/۳۱۹

مشہور مستشرق گولڈ زیہر اپنی کتاب ((مذاهب التفسير الاسلامی)) میں لکھتا ہے:

((فَلا يُوْجَدُ كِتَابُ تَشْرِيْعٍ اعْتَرَفَتْ بِهِ طَآئِفَةٌ دِيْنِيَّةٌ اعْتِرَافًا عَقْدِيًّا، عَلٰى أَنَّهُ نَصٌّ مُنَزَّلٌ مُوْحىٰ بِهِ، يَقْدُمُ نَصُّهُ فِيْ أَقْدَمِ عُصُوْرِ تَدَاوُلِهٖ مِثْلَ هٰذِهِ الصُّوْرَةِ مِنَ الْاِضْطِرَابِ وَعَدَمِ الثُّبَاتِ، كَمَا نَجِدُ فِيْ نَصِّ الْقُرْآنِ)) [1]

''ایسی کوئی شرعی کتاب نہیں پائی جاتی، جس کے بارے میں مذہبی جماعت نے بطور عقیدہ یہ اعتراف کیا ہو کہ وہ نص منزل من اللہ اور وحی کردہ ہے، اور اس کی نص پرانے زمانے سے اس اضطراب اور عدم ثبات کی اس صورت میں متداول آرہی ہو، جیسا کہ ہم نص قرآنی میں پاتے ہیں۔''

پھر اختلافات قراءات کا سبب بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

''ان اختلافات کا ایک بڑا سبب خط عربی کی وہ مخصوص ہیئت ہے، جس سے مختلف صوتی مقداریں سامنے آتی ہیں، جو اس مخصوص شکل کے اوپر یا نیچے لگائے گئے مختلف تعداد میں نقاط سے پیدا ہوتی ہیں۔ اگر کسی جگہ نقاط کی صوتی مقداریں مساوی ہو جائیں تو حرکات کے اختلاف کا تقاضا کرتی ہیں۔ جو درحقیقت عربی کتابت میں موجود نہیں ہیں، جو ان مقداروں کی تحدید کریں اور کلمہ کے اعراب کے مواقع پر دلالت کریں۔''

جب اس مخصوص ہیکل پر نقاط و حرکات لگائے گئے تو اُصل خط کے غیر منقوط ہونے اور نقاط و حرکات لگاتے وقت، دقت نظر کے نہ ہونے کی بنیاد پر اختلاف قراءت سامنے آیا۔ [2]

ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ قراءات قرآنیہ رسم قرآن سے پہلے ہی موجود تھیں، جو نبی کریم ﷺ سے اسانید صحیحہ کے ساتھ براہ راست حاصل کی جاتی تھیں...... لہٰذا یہ دعویٰ کرنا

---

[1] مذاهب التفسير الاسلامی، ترجمة الدكتور عبد الحليم النجار: ٤

[2] مذاهب التفسير الاسلامی ترجمة الدكتور عبد الحليم النجار: ٨

کہ قراءات کا اختلاف رسم کا نتیجہ ہے، بالکل باطل اور بے بنیاد ہے۔ یہ ملحدوں اور اسلام دشمنوں کی شرپسندی ہے جو قرآن مجید میں شکوک وشبہات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ اس کی حفاظت کا بیڑا خود باری تعالیٰ نے اٹھا رکھا ہے۔

اہل علم نے اس جھوٹے دعوے کا دلائل کے ساتھ تیا پانچہ کر دیا ہے، اور اب اس کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصاحف کو اس طریقہ کتابت کے مطابق لکھا تھا، جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا تھا۔ نیز یہ بات یاد رہے کہ قراءات قرآنیہ رسم قرآن کے تابع نہیں ہیں۔

اس دعویٰ کی تردید پر لکھے گئے رسائل میں سے ایک اہم ترین رسالہ ہمارے شیخ محترم شیخ عبدالفتاح عبدالغنی رحمہ اللہ (ت۱۴۰۳ھ) کا ہے۔ جو ((القراءات في نظر المستشرقين والملحدين)) کے نام سے مجمع البحوث الاسلامية بالأزهر عام ۱۳۹۲ھ...... ۱۹۷۲ء کے زیر اہتمام چھپ چکا ہے۔

شیخ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ اپنے اس رسالہ میں رقم طراز ہیں:

”قرآن مجید میں بعض کلمات مکرر آئے ہیں اور انہیں تمام مقامات پر ایک ہی رسم کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر ان میں دو یا دو سے زائد قراءات پائی جاتی ہیں، جن کا رسم احتمال رکھتا ہے اور بعض مقامات پر تمام قراء کرام ایک قراءت پر متفق ہیں۔ کیونکہ وہاں روایت ونقل سے کوئی دوسری قراءت ثابت نہیں ہے، اگرچہ رسم اس کا احتمال رکھتا ہے۔“

مثلاً کلمہ ﴿مَٰلِكِ﴾ قرآن مجید میں صفت یا حکم صفت میں تین جگہ واقع ہوا ہے۔

☆ ﴿مَٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝٤﴾ (الفاتحه: ٤)

☆ ﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ﴾ (آل عمران: ٢٦)

☆ ﴿مَلِكِ النَّاسِ ۝٢﴾ (الناس: ٢)

اس کلمہ کو تینوں جگہوں پر ایک ہی رسم کے ساتھ لکھا گیا ہے، یعنی میم کے بعد حذف

الف کے ساتھ۔ لیکن قراء کرام نے صرف سورۃ الفاتحہ والے کلمہ میں اختلاف کیا ہے۔ جسے بعض نے بحذف الف اور بعض نے باثبات الف پڑھا ہے۔

سورۃ آل عمران والے کلمہ کو تمام قراء کرام نے بالاتفاق اثبات الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ باوجویکہ اس کی کتابت میں الف محذوف ہے۔ اگر اس کو حذف الف کے ساتھ پڑھا جاتا تو لغۃً ومعنیً دونوں اعتبار سے مناسب ہوتا۔ لیکن چونکہ یہاں روایت ونقل سے حذف الف ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا کسی نے بھی اس کو حذف الف کے ساتھ نہیں پڑھا۔

سورۃ الناس والے کلمہ کو تمام قراء کرام نے بالاتفاق حذف الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اگر اس کو اثبات الف سے پڑھا جاتا تو لغۃً ومعنیً دونوں اعتبار سے درست ومناسب ہوتا۔ لیکن اس کو اثبات الف سے کسی نے بھی نہیں پڑھا ہے، کیونکہ نقل وروایت سے اثبات الف ثابت نہیں ہے۔

اگر قراءات قرآنیہ تلقی وتوقیف کے بجائے اجتہاد ورائے پر موقوف ہوتیں، اوران کے اختلاف کا تنوع رسم کے تابع ہوتا، تو قراء کرام صرف سورۃ الفاتحہ والے کلمہ میں اختلاف نہ کرتے، بلکہ باقی دونوں کلمات کو بھی اس کے ساتھ ملحق کر لیتے۔ لیکن انہوں نے صرف سورۃ الفاتحہ میں اختلاف کیا ہے، جبکہ باقی دو جگہ سورۃ آل عمران اور سورۃ الناس میں اتفاق سے پڑھا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قراءات قرآنیہ اجتہاد ورائے پر موقوف نہیں ہیں اور ان کا تنوع رسم کے تابع نہیں ہے، بلکہ سند، روایت اور نقل کے تابع ہے۔ [1]

۳۔ یہ دعویٰ اس لیے بھی باطل ہے کہ اس کی صحت کو صحیح تسلیم کر لینے سے قرآن مجید میں تحریف لازم آتی ہے۔ جو وعدہ الٰہی کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَافِظُونَ ﴾ (الحجر: ۹)

''یہ ذکر ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

---

[1] القراءات في نظر المستشرقين والملحدين: ۵۲، ۵۳

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے، لہٰذا اس میں خطا اور کاتبین کی جہالت کی نفی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت رسم سمیت قرآن مجید کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ [1]

۴۔ آثار کا مناقشہ:

اہل علم نے کتابت مصاحف میں غلطیوں کے وجود پر دلالت کرنے والے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول آثار کا مناقشہ کیا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(أ) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے منقول آثار کے بارے میں پہلے بھی گذر چکا ہے کہ ان کی سند صحیح نہیں ہے، اور ایسے آثار سے دلیل نہیں پکڑی جا سکتی۔

اور اگر ان آثار کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی ان کی ایسی تاویل کرنا واجب ہے جو صحیح معنی کے موافق ہو اور دلیل قطعی سے ثابت وعدہ حفاظت الٰہی کے ساتھ متعارض نہ ہو، نیز وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ اور کتاب اللہ پر ان کی غیرت ایمانی کے بھی منافی نہ ہو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ وجوہ قراءات میں لحن اور غلطی کے خوف سے نسخ مصاحف کا حکم دیں اور پھر خود ہی غلطی کو مصاحف میں باقی بھی رکھیں۔

اس کی صحیح ترین تاویل وہ ہے جو امام دانی رحمہ اللہ نے المقنع میں بیان فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں:

> ''شاید سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لحن مذکور سے تلاوت بدون رسم مراد لی ہو۔ کیونکہ اکثر کلمات ایسے ہیں کہ اگر انہیں رسم کے مطابق پڑھا جائے تو تلاوت کے معنی ہی الٹ جائیں اور الفاظ بدل جائیں۔ جیسے: ﴿أَوْ لَأَاْذْبَحَنَّهُۥٓ﴾، ﴿وَلَأَاْوْضَعُواْ﴾، ﴿مِن نَّبَإِي۟ ٱلْمُرْسَلِينَ﴾ اور ﴿ٱلرِّبَوٰاْ﴾ جن کلمات کے رسم میں اَلف، واؤ اور یاء زائدہ ہیں۔ اگر آپ ان کلمات کو خط کی صورت کے مطابق، رسم کی حقیقت کو جانے بغیر تلاوت کریں گے تو ایجاب، منفی میں تبدیل ہو جائے گا اور کلمہ میں ایک حرف زیادہ ہو جائے گا، جو اس میں سے نہیں

[1] رسم المصحف للدکتور لبیب السعید: ٢٤

ہے، اور سننے والے کو غلطی محسوس ہوگی، اگرچہ اس کا یہ رسم جائز ہے۔

جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس امر پر مطلع ہوئے تو فرمایا کہ بعد میں آنے والوں میں سے جن کی تمیز اور معرفت مفقود ہو چکی ہوگی وہ اسے عرب سے اخذ کر لیں گے۔ کیونکہ قرآن مجید ان کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ وہ انہیں تلاوت کی حقیقت سے متعارف کروا دیں گے اور اس کے صحیح رسم کی پہچان کروا دیں گے۔ میرے نزدیک تو یہ وجہ ہے۔ واللہ اعلم۔" ❶

امام دانی رحمہ اللہ کے اس قول کی تائید امام طبرانی رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِقْرَأُوْا الْقُرْآنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتِهَا)) ❷

"قرآن مجید کو عربوں کے لب ولہجہ کے مطابق پڑھو۔"

ان آثار میں وارد لفظ لحن سے مراد ان حروف اور نقص وزیادت کے ساتھ مرسوم کلمات کی تلاوت ہے، جو رسم قیاسی کے قواعد کے مخالف ہیں۔ اگر ان کلمات کو رسم کے مطابق پڑھا جائے تو لفظ بدل جاتا ہے اور معنی بگڑ جاتا ہے۔ ❸

اگر اس سے مراد غلطی ہی لی جائے تو پھر یہ آپ کے قول ((أَحْسَنْتُمْ وَأَجْمَلْتُمْ)) "تم نے بہت حسین وجمیل کام کیا ہے۔" کے ساتھ کیسے متفق ہوگا۔ ❹

یہ واضح تناقص ہے جو آپ رضی اللہ عنہ کے مقام ومرتبے اور شان کے لائق نہیں ہے۔

(ب) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی اثر کا جواب دیتے ہوئے امام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس کی تاویل ظاہر ہے کہ سیدنا عروۃ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسم کے حروف کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا، جو بیان کی تاکید اور آسانی کے لیے مختلف معانی پر دلالت کرنے کے لیے کلمہ میں ناقص یا زیادہ ہوتے ہیں۔ انہوں نے مختلف قراءات اور متعدد وجوہ کا احتمال رکھنے والے حروف سے متعلق سوال

❶ المقنع: ١٢٤، ١٢٥ ❷ فیض القدیر: ٦٥/٢ ❸ النشر: ٤٥٨/١ ❹ النشر: ٤٥٨/١

کیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے امت کی آسانی کے لیے نازل فرمائے تھے۔ چنانچہ انہوں نے قیاس عرب میں واضح اور لغت میں مشہور شے کو لحن، خطا اور وہم کا ایک منفرد عنوان دیا ہے۔ لہٰذا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصود، مرسوم کے معنی میں داخل نہیں ہے۔ اس کو اخبار میں وسعت کی جہت اور عبارت میں بطریق مجاز سیدہ عروۃ رضی اللہ عنہ نے لحن اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خطاء کا نام دیا ہے، کیونکہ یہ ان دونوں کے مذہب کے مخالف اور ان کے اختیار سے خارج تھا اور یہ فقط ان دونوں کے نزدیک ہی اُرجح واُولیٰ اور مشہور تھا، نہ کہ حقیقت میں۔ قطعی بات وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے کہ وہ لغت میں مشہور اور قیاس میں معروف ہے، اور اس کی تلاوت پر اجماع منعقد ہے، برخلاف ان دونوں کے مذہب کے۔''[1]

امام دانی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عظمت شان، جلالت قدر، وسعت علمی اور معرفت لغت کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لحن اور کاتبین مصاحف کو خطا کا مرتکب قرار دیا ہے۔ حالانکہ فصاحت و بلاغت اور معرفت لغت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ اور پایہ ایسا نہیں ہے، جس کا انکار کیا جا سکے۔ ایسے مقام پر ایسا حکم لگانا نا مناسب اور نا جائز ہے۔''

بعض اہل علم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول ((أَخْطَاؤُا فِي الْكِتَابِ)) کی یہ تاویل کی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو اُحرف سبعہ پر جمع کرنے کے حوالے سے اختیار اُولیٰ میں خطا کی ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو رسم انہوں نے لکھا ہے اس رسم میں ایسی خطا ہے جو نا جائز ہے۔ کیونکہ ہر نا جائز بالا جماع مردود ہے۔ اگرچہ اس کے وقوع کی مدت طویل اور قدر عظیم ہی کیوں نہ ہو گئی ہو۔ وہ لحن کی تاویل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قراءت اور لغت ہے۔ جیسا کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

---

[1] المقنع: ۱۲۱

((أُبَيٌّ أَقْرَؤُنَا، وَإِنَّا لَنَدَعُ بَعْضَ لَحْنِهِ۔ يَعْنِيْ قِرَآءَ تَهُ)) ❶

''سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہم میں سے سب سے بڑے قاری ہیں، اس کے باوجود ہم ان کی بعض قراءات کو چھوڑ دیتے ہیں۔''

شیخ زرقانی رحمہ اللہ ان آثار کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہمارا جواب یہ ہے کہ

۱۔ اگر ان آثار کی سند صحیح ہو تو بھی یہ خبر متواتر اور حفاظت الٰہی کے حکم قطعی کے ساتھ متعارض ہیں، اور حکم قطعی سے متعارض ہر خبر ساقط اور مردود ہوتی ہے، لہٰذا یہ آثار نا قابل التفات اور نا قابل عمل ہیں۔

۲۔ اتحاف فضلاء البشر میں مرقوم ہے کہ لفظ ﴿هَذَانِ﴾ مصاحف میں الف اور یاء کے بغیر مرسوم ہے تا کہ اس سے چاروں قراءات پڑھی جا سکیں...... عقلاً یہاں یہ نہیں کہا جائے گا کہ کاتب نے غلطی کی ہے اور الف اور یاء نہیں لکھی۔ اگر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف کے مطابق یہاں کوئی غلطی ہوتی تو آپ اسے کاتب کی طرف منسوب کرنے کی بجائے تشدید ﴿إِنَّ﴾ اور الف ﴿هـذان﴾ کے ساتھ پڑھنے والوں کی طرف منسوب کرتیں۔ حالانکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے ایسا کچھ بھی منقول نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس قراءت کا انکار بھی کیسے کر سکتی تھیں، کیونکہ یہ قراءت، قراءت متواترہ اور مجمع علیھا ہے، اور اکثر قراء کرام کی قراءت ہے اور عربی میں فصیح وجہ ہے کہ مثنی کو ہر حالت میں الف کے ساتھ پڑھا جائے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ امر مخفی نہیں تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اس قراءت کا انکار کرنا بعید از قیاس ہے۔ اگرچہ اسے رسم مصحف میں صرف ایک قراءت کے مطابق لکھا گیا ہے۔ ❷

۳۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف جو یہ دعویٰ منسوب ہے کہ انہوں نے ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ﴾ مکتوب بالیاء میں مصحف کے رسم کو غلط قرار دیا ہے۔ یہ دعویٰ باطل اور مردود ہے۔

---

❶ المقنع: ۱۲۲ ❷ اتحاف: ۱/۲٤۹

مشہور نحوی ابوحیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا اَبان بن عثمان رضی اللہ عنہ سے جو یہ منقول ہے کہ اس کلمہ کی کتابت بالیاء کاتب کی غلطی ہے، ان دونوں کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں فصیح عربی دان تھے اور لغت عرب میں اس کتابت بالیاء والی وجہ کا ایک وسیع باب ہے، اس پر امام سیبویہ نے متعدد شواہد پیش کیے ہیں۔'' ❶

امام زمخشری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ وہم ناقابل التفات ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے خط مصحف میں لحن واقع ہوئی ہے۔ اس وہم کی طرف صرف وہی شخص متوجہ ہو سکتا ہے جو امام سیبویہ کی کتاب، اور مذاہب عرب سے ناواقف ہے، اور صحابہ کرام، جن کی مثالیں توراۃ و انجیل میں بیان ہوئی ہیں، ان کے علم و فضل سے جاہل ہے۔ وہ دفاع اسلام کے حوالے سے سب سے بڑھ کر باہمت اور غیرت مند تھے۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ کتاب الٰہی میں کوئی ایسا نقص چھوڑ دیں جسے بعد والے آ کر درست کریں۔'' ❷

۴۔ ﴿وَالصَّابِئُوْنَ﴾ مکتوب بالواؤ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کچھ بھی منقول نہیں ہے کہ آپ نے واؤ کی قراءت پڑھنے والوں کو غلط کہا ہو یا بذات خود واؤ کی بجائے یاء کے ساتھ پڑھا ہو۔ لہٰذا عقلاً یہ بات سمجھ آتی ہے کہ انھوں نے کتابت بالواؤ کو بھی غلط قرار نہیں دیا ہوگا۔ ❸

قراء عشرہ ﴿وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلَاةَ﴾ کو یاء کے ساتھ اور ﴿وَالصَّابِئُوْنَ﴾ کو واؤ کے ساتھ

---

❶ البحر المحیط: ۳/۳۹۶، ۳۹۷

❷ الکشاف: ۱/۵۹۰

❸ مناهل العرفان: ۱/۳۸۶، ۳۸۷، کتاب المصاحف: ۱/۲۴۰

پڑھنے پر متفق ہیں۔ ان دونوں کلمات میں قراءات صحیحہ کے تینوں ارکان تواتر، رسم عثمانی کی موافقت اور لغت عرب سے مطابقت پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی، اور اس کے مخالف کوئی بھی اثر ناقابل قبول ہے۔

ان آثار کی کوئی بھی تاویل کر لی جائے، بہرحال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کتابت مصاحف کے اس جلیل القدر عمل کی صحت و سلامتی پر کوئی طعن نہیں کیا جا سکتا۔ پوری امت کا اس امر پر اجماع ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ۝٩ ﴾ (الحجر : ۹)

''ہم نے اس ذکر کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

رسم عثمانی کی توقیفیت

رسم عثمانی کے مسئلہ پر اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک یہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے توقیفا ثابت ہے، کیونکہ آپ نے ہی اس کا حکم دیا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو لکھا تھا۔

جبکہ بعض کے نزدیک یہ ایک اصطلاحی و اجتہادی امر ہے، اور اس کی مخالفت کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے، عامۃ المسلمین کی مصلحت کی خاطر اسے جدید قواعد کے مطابق بھی لکھا جا سکتا ہے۔

اس مسئلہ میں اہل علم کے تین مذاہب ہیں:

(۱) **پہلا مذہب**: ......رسم مصحف توقیفی ہے، اس کو بدلنا ناجائز ہے اور اس کی مخالفت حرام ہے۔ اس کا حکم قرآن مجید کی سورتوں اور آیات کی ترتیب کے حکم کی مانند ہے، جس طرح سورتوں اور آیات کو مقدم و مؤخر کرنا ہمارے لیے جائز نہیں ہے، اسی طرح رسم مصحف کو بدلنا بھی جائز نہیں ہے۔

یہ امت کے جمہور سلف و خلف کا مذہب ہے اور متعدد اہل علم نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

(۲) **دوسرا مذہب**: ......رسم مصحف توقیفی نہیں ہے، اس کو حسب ضرورت جدید قواعد کے مطابق بدلنا جائز ہے۔

اس مذہب کی تائید امام ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ، علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ اور متعدد معاصر اہل علم نے کی ہے۔ [1]

(۳) **تیسرا مذہب**: ...... عامۃ الناس کے لیے جدید قواعد کے مطابق لکھ دیا جائے، جبکہ علماء اور مخصوص لوگوں کے لیے رسم عثمانی کے مطابق کتابت کی جائے اور اس کو نفیس آثار

[1] تاریخ ابن خلدون: ۱/۷۵۷، مناهل العرفان: ۱/۳۷۳۔ المصحف الشریف للشیخ القاضی: ۹۸

کے حکم میں رکھا جائے۔

اس مذہب کی تائید شیخ عز الدین رحمہ اللہ بن عبد السلام اور امام بدر الدین الزرکشی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔ ❶

مذکورہ مذاہب ثلاثہ کے دلائل

پہلے مذہب کے دلائل:

جمہور اہل علم نے اپنے مذہب، کہ رسم عثمانی توقیفی ہے اور اس میں تبدیلی ناجائز ہے، کی صحت پر درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے۔

۱۔ نبی کریم ﷺ دو جہتوں سے نص قرآنی کی توثیق پر بہت زیادہ حریص تھے۔

پہلی جہت: حفظ:

آپ ﷺ وحی کے ذریعے نازل ہونے والا مکمل قرآن مجید سب سے پہلے خود حفظ کر لیتے تھے، پھر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھاتے تھے، جو اسے حفظ کر لیتے تھے۔ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حفظ قرآن کا حکم بھی دیتے تھے۔

دوسری جہت: کتابت:

جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ آپ نے چند کاتبین وحی مقرر کر رکھے تھے، جو آپ کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ وحی لکھوانے کے بعد اس کی مراجعت فرماتے اور غلطیوں کی اصلاح فرما دیتے تھے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كُنْتُ أَكْتُبُ الْوَحْيَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ يُمْلِي عَلَيَّ، فَإِذَا فَرَغْتُ قَالَ ﴿اِقْرَأْ﴾ فَأَقْرَءُهُ، فَإِذَا كَانَ فِيْهِ سَقْطٌ أَقَامَهُ، ثُمَّ أَخْرُجُ بِهِ إِلَى النَّاسِ)) ❷

---

❶ البرهان: ۳۷۹/۱ ❷ رواه الطبراني بسند رجاله موثقون

"میں نبی کریم ﷺ کے پاس وحی لکھا کرتا تھا، اور آپ مجھے املاء کروایا کرتے تھے، جب میں لکھ کر فارغ ہو جاتا تو آپ فرماتے: پڑھو۔ میں اس کو پڑھتا، اگر اس میں کوئی نقص ہوتا تو آپ اصلاح فرما دیتے، پھر میں اسے لے کر لوگوں کی طرف نکلتا۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات نبی کریم ﷺ پر کئی کئی سورتیں نازل ہو جاتیں، اور آپ کا طریقہ کار یہ تھا کہ جب بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ کاتبین وحی کو بلا کر فرماتے:

((ضَعُوْا هٰذِهِ الْآيَاتِ فِي السُّوْرَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا، وَإِذَا أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ الْآيَةُ يَقُوْلُ: ضَعُوْا هٰذِهِ الْآيَةَ فِي السُّوْرَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيْهَا كَذَا وَكَذَا)) [1]

"ان آیات کو اس سورۃ میں رکھو جس میں یوں یوں تذکرہ ہے، اور جب کوئی ایک آیت نازل ہوتی تو فرماتے: اس آیت کو اس سورۃ میں رکھو، جس میں یوں اور یوں ذکر کیا گیا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کی زندگی ہی میں مکمل قرآن مجید متفرق طور پر اس صورت پر لکھا جا چکا تھا، اگرچہ ایک جگہ جمع نہیں تھا۔

آپ ﷺ کاتبین وحی کی راہنمائی بھی فرمایا کرتے تھے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا:

((أَلْقِ الدَّوَاةَ، وَحَرِّفِ الْقَلَمَ، وَأَقِمِ الْبَاءَ، وَفَرِّقِ السِّيْنَ، وَلَا تُعَوِّرِ الْمِيْمَ، وَحَسِّنِ اللّٰهَ، وَمُدَّ الرَّحْمٰنَ، وَجَوِّدِ الرَّحِيْمَ))

"دوات کا منہ کھلا رکھو، قلم کو ترچھا پکڑو، باء کو کھڑا کرو، سین کے دندانوں میں فرق ڈالو، میم کو ٹیڑھا نہ کرو، لفظ اللہ کو خوبصورت بناؤ، لفظ الرحمٰن کو لمبا کرو اور لفظ

[1] رواه الترمذي، وقال: هذا حديث حسن

الرحیم کو خوبصورت لکھو۔"

قاضی عیاض رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

((وَهٰذَا وَإِنْ لَّمْ تَصِحِّ الرِّوَايَةُ أَنَّهُ كَتَبَ ، فَلا يَبْعُدُ أَنْ يُرْزَقَ عِلْمَ هٰذَا وَيُمْنَعَ الْقِرَآءَةَ وَالْكِتَابَةَ))[1]

"اگر چہ آپ کے لکھنے کی یہ روایت صحیح نہیں ہے، لیکن یہ بھی کوئی بعید نہیں ہے کہ آپ کو اس کا علم عطا کر دیا گیا ہو، اور قراءۃ و کتابت سے منع کر دیا گیا ہو۔"

شیخ محمد حسنین مخلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ روایت اس قول کے منافی نہیں ہے کہ آپ امی تھے اور آپ نے کتابت نہیں سیکھی تھی، کیونکہ اس صورت پر املاء بالتلقین کروانے سے کتابت جاننا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ پہلی چیز (یعنی املاء) وحی اور محض حروف کتابت کی خبر دینا ہے، جبکہ دوسری چیز کسبی اور ہاتھ کا ہنر ہے، جیسا کہ ہم میں سے ہر شخص ابتداءً کتابت سیکھتا ہے، پھر پڑھنے اور لکھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ آپ نے نہ تو کتابت سیکھی ہے اور نہ کتابت کی ہے، تاکہ آپ کے بارے میں یہ وہم نہ ہو کہ آپ نے خود قرآن مجید تصنیف کیا ہے۔ اس سے آپ کا معاملہ مشکوک ہو جاتا۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كُنتَ تَتْلُواْ مِن قَبْلِهِۦ مِن كِتَٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّٱرْتَابَ ٱلْمُبْطِلُونَ ۝٤٨ ﴾ (العنکبوت: ٤٨)

"اس سے پہلے تو آپ کوئی کتاب پڑھتے نہ تھے، اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ یہ باطل پرست لوگ شک وشبہ میں پڑتے۔"

کتابت آپ سے کسی صورت میں بھی واقع نہیں ہوئی، نہ وحی سے نہ تعلیم سے اور نہ ہی کسی دوسرے ذریعے سے، جیسے سلیقہ عربی سے شعر پیدا ہوتا ہے۔[2]

---

[1] تفسیر القرطبی: ٣٥٣/١٣
[2] عنوان البیان فی علوم التبیان: ٤٣

وہ چیز جس پر اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں ہے، یہ ہے کہ قرآن مجید نبی کریم ﷺ کے سامنے لکھا گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے اسی کتابت کے مطابق ثابت رکھا۔ یہ گویا تقریری سنت ہے۔ اور تقریری سنت تمام محدثین واُصولیین کے نزدیک قابل حجت ہے۔ اگر کتابت میں کوئی خطا ہوتی تو آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس پر ثابت نہ رکھتے۔ کیونکہ کتابت کی غلطی وعدہ حفاظت الٰہی: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ کے صریح مخالف ہے۔

صاحب کتاب الابریز اپنے شیخ عبدالعزیز الدباغ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رسم قرآن، مشاہدہ اور کمال رفعت کے اسرار و رموز میں سے ایک راز ہے۔ جو نبی کریم ﷺ سے صادر ہوا ہے۔ رسم قرآن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا دیگر اہل علم کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ نبی کریم ﷺ سے توقیفاً ثابت ہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نقص وزیادت کی اس معروف ہیئت پر لکھنے کا حکم دیا تھا۔ اس معروف ہیئت میں متعدد اسرار و رموز پوشیدہ ہیں، جن تک نصرت الٰہی کے بغیر عقول نہیں پہنچ سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے دیگر کتب سماویہ کو چھوڑ کر قرآن مجید کو ان اسرار کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ جس طرح قرآن مجید کا نظم معجزہ ہے، اسی طرح اس کا رسم بھی معجزہ ہے۔"[1]

۲۔ فعل صحابہ:

رسم عثمانی کے توقیفی ہونے پر دوسری دلیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فعل ہے۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور انہوں نے جمع قرآن کا حکم دیا، تو انہوں نے قرآن مجید کو اس ہیئت کتابت پر لکھوایا، جس پر نبی کریم ﷺ کی زندگی میں لکھا گیا تھا۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لکھے گئے صحف سے مصاحف تیار کروائے۔ اور ان مصاحف کا رسم صحف صدیقی کے موافق تھا۔ نبی کریم ﷺ نے خلفاء راشدین کی اقتداء اور ان کے فعل کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔

---

[1] الابریز للشیخ عبد العزیز بن مسعود الدباغ: ٦٠

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي)) ❶

''میرے بعد تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔''

امام احمد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ مُتَأَسِّيًا فَلْيَتَأَسَّ بِأَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَبَرَّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوبًا، وَأَعْمَقَهَا عِلْمًا، وَأَقَلَّهَا تَكَلُّفًا، وَأَقْوَمَهَا هَدْيًا، وَأَحْسَنَهَا حَالًا، قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ لِصُحْبَةِ نَبِيِّهِ، وَإِقَامَةِ دِينِهِ، فَاعْرِفُوا لَهُمْ فَضْلَهُمْ، وَاتَّبِعُوا آثَارَهُمْ، فَإِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْهَدْيِ الْمُسْتَقِيمِ)) ❷

''جو شخص کسی کی اقتداء کرنا چاہتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ اُصحاب رسول کی اقتداء کرے، بیشک وہ اس امت کے سب سے نیک دل، عمیق العلم، قلیل التکلف، ہدایت یافتہ، اور خوبصورت ایمان والے لوگ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کی خدمت کے لیے منتخب فرمایا، ان کے علم و فضل کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو، بے شک وہ لوگ صراط مستقیم پر قائم تھے۔''

۳۔ اجماع:

یہ بات واضح ہے کہ قرآن مجید سیدنا اُبو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جمع کیا گیا، اور لکھا گیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جمع کردہ صحف سے مصاحف نقل کروائے اور مختلف بلاد اسلامیہ کی طرف روانہ کیے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جن کی تعداد بارہ ہزار تھی، نے اس عمل کو شرف قبولیت سے نوازا اور کسی ایک صحابی نے بھی اس کی

❶ حديث صحيح: أخرجه أبو داؤد في كتاب السنة، باب في لزوم السنة: ٥٠٦/٢۔ والترمذي: في كتاب العلم، باب ما جاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدع: ٤٤/٥ وابن ماجة في المقدمة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، وأحمد في المسند: ١٢٦/٤

❷ إعلام الموقعين: ١٣٩/٤

مخالفت نہ کی۔

یہ گویا کہ اس عمل کی صحت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا، چنانچہ اس کی مخالفت ناجائز اور حرام ہے پھر تابعین، أئمہ مجتہدین اور تمام زمانوں کے أئمہ قراءت نے اس کی اقتداء کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا مصاحف کو جدید قواعد املائیہ کے مطابق لکھنا جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

((لَا أَرٰى ذٰلِكَ، وَلٰكِنْ يُكْتَبُ عَلَى الْكَتْبَةِ الْأُوْلٰى)) ❶

''میں اسے جائز نہیں سمجھتا، اس کو پہلی کتابت (یعنی رسم عثمانی) پر ہی لکھا جانا چاہیے۔''

امام دانی رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

((وَلَا مُخَالِفَ لَهُ فِي ذٰلِكَ مِنْ عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ)) ❷

''علماء امت میں سے کوئی بھی امام مالک رحمہ اللہ کے اس موقف کا مخالف نہیں ہے۔''

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((تَحْرُمُ مُخَالَفَةُ خَطِّ مُصْحَفِ عُثْمَانَ فِيْ وَاوٍ أَوْ أَلِفٍ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ)) ❸

''ألف، واؤ اور یاء وغیرہ میں مصحف عثمان کے خط کی مخالفت کرنا حرام عمل ہے۔''

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تمام مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ روئے زمین کے تمام اطراف میں پڑھا جانے والا، اور مسلمانوں کے ہاتھوں دو گتوں کے درمیان لکھا جانے والا قرآن جو ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سے شروع ہوتا ہے اور ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ پر ختم ہوتا ہے، یہ اللہ کا کلام اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی

---

❶ المقنع: ۹، ۱۰ ❷ المقنع: ۹، ۱۰۔ الاتقان: ۱/ ۱۴۶

❸ الاتقان: ۲/ ۱۶۷

وحی الٰہی ہے، اس میں جو کچھ موجود ہے وہ سب برحق ہے۔ جس شخص نے جان بوجھ کر اس میں سے کوئی حرف کم کر دیا، یا ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف بدل دیا، یا مجمع علیہ مصحف پر کوئی حرف زیادہ کر دیا، تو وہ کافر ہے۔" ❶

امام جعبری رحمہ اللہ وغیرہ نے مصحف عثمانی کے رسم کی اتباع کے وجوب پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔ ❷

شرح طحاوی میں مکتوب ہے کہ

"جو شخص قرآن مجید لکھنا چاہتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ کلمات کو اس انداز سے منظم کرے جس طرح مصحف عثمان میں ہے، کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہے۔" ❸

امام زمخشری رحمہ اللہ آیت مبارکہ ﴿وَقَالُوا مَالِ هَٰذَا الرَّسُولِ﴾ (الفرقان: ۷) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ، مصحف میں لام ﴿هَٰذَا﴾ سے کاٹ کر لکھا ہوا ہے، جو خط عربی کے قواعد سے خارج ہے، اور مصحف کا خط سنت ہے، جس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔"

شعب الایمان للبیہقی میں مرقوم ہے:

"جو شخص مصحف لکھے، اسے چاہیے کہ وہ ان حروف ھجاء کی حفاظت کرے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مصاحف عثمانیہ میں لکھے تھے اور ان کی مخالفت نہ کرے اور نہ ہی کسی شیء کو تبدیل کرے۔ بے شک وہ لوگ ہم سے زیادہ عالم، دل و زبان کے سچے اور امانت دار تھے۔ لہٰذا ہمیں ان کا استدراک کرنے کی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے۔" ❹

۴۔ قواعد املائیہ محل تغیر ہیں، جو ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے تک اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک جاتے ہوئے تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اگر مصاحف کو رسم قیاسی اور جدید قواعد املائیہ کے مطابق لکھا جاتا تو تمام مصاحف ایک دوسرے سے مختلف ہوتے

❶ الشفاء للقاضی عیاض: ۲/۳۰۵ ❷ سمیر الطالبین للشیخ الضباع: ۱۹

❸ سمیر الطالبین: ۲۰

❹ شعب الایمان فصل فی تنویر موضع القرآن: ۲/۵۴۸۔ تحقیق أبی هاجر محمد السعید بن بسیونی زغلول ط: دارالکتب العلمیة

اور لوگ نفس مصحف میں اشکال کا شکار ہو جاتے۔ لہٰذا شامی شخص مصحف مصری سے، مغربی مصحف مشرقی سے تلاوت نہ کر سکتا، اور تقریباً وہی مشکلات پیدا ہو جاتیں جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئی تھیں۔

اگر مصحف کو رسم قیاسی کے مطابق لکھا جاتا تو دشمنان اسلام کی جانب سے قرآن مجید کے کلمات و حروف میں تحریف کا دروازہ کھل جاتا۔ سد ذریعہ تشریع اسلامی کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کی حرمت کو پامال کرنے والے ہر دروازے کو بند کرنا فرض اور واجب ہے اور اس دروازے کی بندش رسم عثمانی کی بقاء میں ہے۔ [1]

۵۔ تلاوت قرآن مجید کے کچھ مخصوص احکام ہیں، جنہیں تلقی و مشابہت کے بغیر جاننا ناممکن ہے۔ تلقی اور مشافہت کی یہ سند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر قیامت تک متصل ہوگی۔ یہ امتیاز صرف قرآن مجید کو حاصل ہے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو مختص کیا ہے۔ رسم عثمانی کی بقاء مسلمان ماہرین سے تلقی و مشافہت کی حرص پیدا کرتی ہے اور سند کا سلسلہ متصل رہتا ہے۔ [2]

۶۔ رسم عثمانی میں بعض ایسے خصائص اور امتیازات پائے جاتے ہیں، جو رسم قیاسی میں نہیں پائے جاتے، ان امتیازات میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

ا۔ کلمہ میں وارد اَوجہ قراءات کی طرف اشارہ:

جیسا کہ پہلے بھی مصاحف کی کیفیت کے بیان میں گذر چکا ہے کہ وہ مصاحف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت غیر منسوخ التلاوۃ حروف پر مشتمل تھے۔ اور قراءات صحیحہ کی شرائط میں سے ایک شرط رسم مصحف کی موافقت بھی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسم عثمانی کا قراءات قرآنیہ کے ساتھ بڑا مضبوط تعلق ہے، اور یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی دوسرا رسم اس کے

---

[1] تاريخ المصحف الشريف للشيخ القاضي: ٨٦

[2] مع القرآن الكريم، حيدر قفة: ١٠٣

قائم مقام بن سکے۔مثال کے طور پر ھاء تانیث کو کبھی تاء کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور کبھی ھاء کے ساتھ۔اور ھاء تانیث کا یہ رسم کسی حادثے کا نتیجہ نہیں بلکہ قراءات قرآنیہ کے تابع ہے۔ قرآن مجید میں لفظ ﴿بَيِّـنَةٌ﴾ انیس (۱۹) مقامات پر آیا ہے۔اس کو تمام مقامات پر ھاء کے ساتھ لکھا گیا ہے۔صرف ایک جگہ تاء کے ساتھ مکتوب ہے۔

﴿أَمْ ءَاتَيْنَٰهُمْ كِتَٰبًا فَهُمْ عَلَىٰ بَيِّنَتٍ مِّنْهُ﴾ (فاطر: ٤٠)

اس کا سبب یہ ہے کہ اس ایک مقام پر قراء عشرہ کا اختلاف ہے۔بعض قراء اسے ﴿بَيِّنَاتٍ﴾ جمع کے صیغے کے ساتھ، اور بعض قراء مفرد کے صیغے کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ چنانچہ اس کو تاء کے ساتھ لکھا گیا ہے تاکہ دونوں قراءات کا احتمال باقی رہے۔جبکہ دیگر تمام مقامات پر تمام قراء کرام بالاتفاق مفرد کے صیغے میں پڑھتے ہیں، لہٰذا انہیں ھاء کے ساتھ لکھا گیا ہے۔[1]

۲۔بعض عرب لغات پر دلالت:

رسم عثمانی کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ اس سے بعض عرب لغات پر دلالت ہوتی ہے اور اہل عرب اس امر پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ قرآن مجید ان کی لغت میں نازل ہوا ہے اور انہی کی لغت میں لکھا گیا ہے۔

مثال کے طور پر بعض مقامات پر ھائے تانیث کو تائے مفتوحہ کے ساتھ لکھا گیا ہے، تاکہ لغت طی کے مطابق اس پر وقف بالتاء کیا جا سکے۔ جیسے: ﴿إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ﴾ (الاعراف: ٥٦)، ﴿وَإِن تَعُدُّواْ نِعْمَتَ ٱللَّهِ لَا تُحْصُوهَآ﴾ (ابراهيم: ٣٤) اسی طرح بعض دفعہ بغیر جازم کے یاء مضارع کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے: ﴿يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ﴾ (هود: ١٠٥) یہ قبیلہ ھذیل کی لغت ہے۔ یہاں لفظ ﴿يَأْتِ﴾ کے آخر سے بغیر جازم کے یاء حذف کر دی گئی ہے۔[2]

---

[1] النشر: ٢/١٢٩ و مابعدها

[2] البرهان للزركشي: ١/٣٧٩

۳۔ اتصال سند:

رسم عثمانی کے خصائص میں سے ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ تک اتصال سند کا تقاضا کرتا ہے۔ کیونکہ اگر قرآن مجید رسم قیاسی کے مطابق مکتوب ہوتا تو لوگ مشائخ سے تلقی و مشافہت کے طریقے سے مستغنی ہو جاتے اور مصاحف سے خود ہی قراءت پڑھنے پر اکتفاء کر لیتے۔ نتیجۃً مد، قصر، ادغام و اظہار، تحقیق و تسہیل، فتح و امالہ، تغلیظ و ترقیق، اور اشمام، روم وغیرہ جیسے متعدد طرق ادا کی معرفت سے محروم رہ جاتے۔ جن کا حصول تلقی و مشافہت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور کوئی بھی شخص معلم سے سیکھے بغیر ﴿كهيعص﴾، ﴿حم، عسق﴾، ﴿طسم﴾، ﴿يس﴾ جیسے حروف مقطعات کا صحیح نطق نہ کرسکتا۔ اتصال سند کا یہ امتیاز صرف امت محمدیہ کو حاصل ہے، خصوصاً تلاوت قرآن مجید میں۔ ❶

۴۔ اُصل حرکت پر دلالت:

جیسا کہ پہلے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ مصاحف عثمانیہ نقط و حرکات سے خالی تھے۔ چنانچہ بعض حرکات پر دلالت کرنے کے لیے حروف کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے۔ جیسے:

﴿مِن نَّبَإِي الْمُرْسَلِينَ ۝٣٤﴾ (الانعام: ٣٤) میں ہمزہ کے بعد یاء کی زیادتی کسرہ پر دلالت کرتی ہے۔

﴿سَأُوْرِيكُمْ دَارَ الْفَـٰسِقِينَ ۝١٤٥﴾ (الاعراف: ١٤٥) میں واؤ کی زیادتی ہمزہ مضمومہ پر دلالت کرتی ہے۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ﴿سَأُوْرِيكُمْ﴾ میں الف زائدہ ہے اور واؤ ہمزہ کی صورت ہے۔ ❷

۵۔ اُصل حرف پر دلالت:

جیسے لفظ ﴿الصلوٰة، الزكوٰة، الحيوٰة، الربوٰا﴾ کو الف کی بجائے واؤ کے ساتھ لکھنا، یا الف کو یاء کے ساتھ لکھنا، اس امر پر دلالت کرنے کے لیے کہ اس کی اُصل یاء ہے اس

---

❶ تدریب الراوی للسیوطی: ٢/١٦٠ ❷ النشر: ١/٤٥٦۔ ٤٦٠

میں امالہ کرنے والے امالہ کرتے ہیں جیسے: ﴿والضحی، فهدی، التقوی، یغشی﴾ اور اگر اس کی اصل واؤ ہو تو اسے الف سے لکھا جاتا ہے تاکہ عدم امالہ پر دلالت کرے جیسے:

﴿الصفا، عفا، خلا، دعا، دنا﴾

۶۔ بعض دقیق معانی پر دلالت:

رسم عثمانی کے امتیازات میں سے ایک امتیاز ایسے خفی اور دقیق معانی پر دلالت کرنا ہے، جو انتہائی غور وخوض یا نصرت الٰہی کے بغیر سمجھ نہیں آتے۔ دقیق معانی پر دلالت کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(أ) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱلسَّمَآءَ بَنَيْنَٰهَا بِأَيْيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿٤٧﴾ ﴾ (الذاریات: ٤٧)

اس آیت مبارکہ میں لفظ ﴿بِأَيْيْدٍ﴾ کو دو یاؤں کے ساتھ لکھا گیا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سموت کی عظیم قدرت پر اشارہ ہو سکے۔ اس قوت کے مشابہ کوئی قوت نہیں ہے۔ یہاں اس مشہور قاعدہ پر عمل کیا گیا ہے کہ ((زيادة المبنى تدل على زيادة المعنى)) کلمہ کی بناء کی زیادتی، معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔

(ب) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجِاْىٓءَ بِٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلشُّهَدَآءِ﴾ (الزمر: ٦٩) اور ﴿وَجِاْىٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ﴾ (الفجر: ٢٣) ان دونوں مقامات پر لفظ ﴿وَجِاْىٓءَ﴾ کو زیادتی الف کے ساتھ لکھا گیا ہے تاکہ تفخیم، تہویل، وعید اور تہدید پر دلالت کرے۔

(ج) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ بِأَييِّكُمُ ٱلْمَفْتُونُ ﴿٦﴾ ﴾ (القلم: ٦)

اس آیت مبارکہ میں لفظ ﴿بِأَييِّكُمُ﴾ کو زیادتی یاء کے ساتھ لکھا گیا ہے تاکہ اس امر پر اشارہ کرے کہ مشرکین کا جنون انتہائی درجہ اور حدود کو تجاوز کیے ہوئے تھا۔

(د) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تَٱللَّهِ تَفْتَؤُا۟ تَذْكُرُ يُوسُفَ ﴾ (یوسف: ٨٥)

یہاں لفظ ﴿تفتؤا﴾ میں ہمزہ کو واؤ پر لکھا گیا ہے اور اس کے بعد الف زائد کیا گیا ہے تا کہ اس امر پر دلالت کرے کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام سیدنا یوسف کو بہت زیادہ یاد کیا کرتے تھے۔

(ہ) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا﴾ (طٰہٰ: ۱۱۹)

یہاں لفظ ﴿لَا تَظْمَؤُا﴾ میں الف زائدہ ہے جو جنتیوں کے لیے سیرابی کے استمرار اور عدم پیاس پر دلالت کرتا ہے۔

(و) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ ۝٣٠﴾ (الشوریٰ: ۳۰)

یہاں لفظ ﴿يَعْفُوا﴾ میں الف زائدہ ہے جو اللہ کی عفو و درگزر کی کثرت اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

(ز) بعض مقام پر الف کو مخصوص معانی پر دلالت کرنے کے لیے حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے: ﴿وَالَّذِينَ سَعَوْ فِي ءَايَٰتِنَا مُعَٰجِزِينَ﴾ (سباء: ۵) میں لفظ ﴿سَعَوْ﴾ کا الف محذوف ہے، جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی سعی باطل میں ہے، جس کا کوئی صحیح وجود نہیں ہے اور وہ اس سے کچھ حاصل نہ کر سکیں گے۔

اسی طرح ﴿وَجَآءُو بِسِحْرٍ عَظِيمٍ﴾ (الاعراف: ۱۱۶)، ﴿جَآءُو ظُلْمًا وَزُورًا﴾ (الفرقان: ۴)، ﴿وَجَآءُو أَبَاهُمْ عِشَآءً يَبْكُونَ﴾ (یوسف: ۱۶) اور ﴿وَجَآءُو عَلَىٰ قَمِيصِهِۦ بِدَمٍ كَذِبٍ﴾ (یوسف: ۱۸) ان تمام کلمات میں لفظ ﴿جَآءُو﴾ کے آخر سے الف محذوف ہے۔ جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا آنا صحیح وجہ پر نہیں تھا۔ بلکہ اس پر کذب اور جھوٹ غالب تھا۔

(ح) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيرًا﴾ (الفرقان: ۲۱) یہاں لفظ ﴿وَعَتَوْ﴾ میں واؤ کے بعد الف محذوف ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ فعل باطل ہے اور

اس کے وجود میں کوئی اثر نہیں ہے۔

۷۔ بعض معانی مختلفہ کی افادیت:

رسم عثمانی کے خصائص میں سے ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ کلمہ کو دو مختلف مقامات پر دو مختلف طریقوں سے لکھا جاتا ہے تاکہ دونوں مقامات پر دو مختلف معانی پر دلالت کرے۔ جیسے: ﴿أم﴾ کو ﴿من﴾ سے مقطوع اور موصول دونوں طرح لکھا جاتا ہے۔

چنانچہ ﴿أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا﴾ (النساء: ۱۰۹) میں ﴿أم﴾ منقطعہ پر دلالت کرنے کے لیے مقطوع لکھا گیا ہے۔ اس کو ﴿أم﴾ منقطعہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے پہلی کلام مکمل ہو جاتی ہے اور اس سے نئی کلام شروع ہوتی ہے۔[1]

جبکہ ﴿أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (الملك: ۲۲) میں موصول لکھا گیا ہے تاکہ اس امر پر دلالت کرے کہ یہ مقطوع نہیں ہے۔

یہی وہ اسرار و رموز ہیں جو عقل سلیم اور روشن دل کے ذریعے رسم عثمانی سے مستنبط ہوتے ہیں اور رسم عثمانی کی بقاء کے وجوب اور اس کی ہر حال میں عدم مخالفت پر دلالت کرتے ہیں۔[2]

دوسرے مذہب کے دلائل:

رسم عثمانی کی عدم توقیفیت کے قائلین نے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے۔

دلیل نمبر ۱:

قرآن و سنت میں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے جو رسم عثمانی کی توقیفیت پر دلالت کرے، اور قرآن مجید کو کسی دوسرے رسم پر لکھنے سے منع کرے۔

امام ابو بکر الباقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"کتابت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے امت پر کوئی مخصوص شے واجب نہیں

---

[1] الصاحبی: ۸۷، طبعة دار الكتب العلمية

[2] البرهان للزركشي: ۱/۳۷۹ وما بعدها

کی، اور نہ ہی کاتبین قرآن اور خطاطین مصاحف پر کوئی متعین رسم واجب کیا ہے، کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے رسم پر کتابت ناجائز اور حرام ہو۔ رسم عثمانی کے وجوب کا ثبوت یا تو سماع سے ہوسکتا تھا یا توقیف سے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید، سنت رسول، اجماع اور قیاس سے کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جو قرآن کے رسم اور ضبط کو مخصوص کرتی ہو کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا رسم ناجائز اور حرام ہے۔ بلکہ سنت تو کسی بھی آسان رسم کے جواز پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لکھواتے وقت انہیں رسم کی متعین ہیئت بیان نہیں کرتے تھے، اور نہ ہی کسی کتابت سے منع فرماتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مصاحف کے خطوط مختلف ہیں۔ بعض صحابہ کلمہ کو اس کے نطق کے مطابق لکھا کرتے تھے تو بعض اس میں کمی زیادتی کر کے لکھتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ کمی و زیادتی کے ساتھ کتابت بھی ایک اصطلاح ہے اور لوگ اس طریقے سے واقف ہیں۔ چنانچہ یہ جائز امر ہے کہ قرآن مجید کو کوفی حروف اور خط اول کے مطابق لکھا جائے اور لام کو کاف کی صورت پر لکھا جائے اور الفات کو ٹیڑھا لکھا جائے یا اس کے علاوہ وجوہ پر لکھا جائے۔ یعنی قرآن مجید کو قدیم وجدید دونوں طرح کے خطوط ورسم کے مطابق لکھنا جائز ہے۔"

جب مصاحف کے خطوط اور حروف مختلف اور متغایر الصورۃ ہیں اور لوگوں کو یہ اجازت تھی کہ ہر شخص بلا گناہ اور انکار کے اپنی عادت کے مطابق لکھ لے جو اس کے نزدیک سہل، مشہور اور اولیٰ ہے۔ لہٰذا لوگوں پر کوئی خاص رسم واجب نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ خطوط نشانات اور علامات ہیں جو اشارات، عقود اور رموز کے قائم مقام ہیں۔ ہر رسم کلمہ پر دلالت کرتا ہے، اس کی قراءت کی صحت کا فائدہ دیتا ہے، اسے کاتب نے جس صورت پر بھی لکھا ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لوگوں کو مخصوص رسم کا پابند کرنے والوں پر واجب ہے کہ وہ

اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل پیش کریں، اور دلیل ندارد؟'' [1]

اس دلیل کا رد

مذکورہ دلیل کا درج ذیل امور سے رد کیا گیا ہے:

۱۔ ان کا یہ دعوی کہ قرآن، سنت اجماع اور قیاس سے رسم عثمانی کی توقیفیت پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے، باطل اور مردود ہے، کیونکہ پیچھے مذہب جمہور میں ہم اس پر متعدد دلائل پیش کر آئے ہیں۔

۲۔ امام باقلانی رحمہ اللہ کے قول کہ ''چنانچہ یہ جائز امر ہے کہ قرآن مجید کو کوفی حروف اور خط اول کے مطابق لکھا جائے۔'' کا کوئی معنی نہیں ہے اور یہ اس مذہب کے قائلین کو کوئی فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ کوفی حروف ان قواعد سے خارج نہیں ہیں، جن پر مصحف لکھا گیا ہے، چنانچہ محل شاہد کہاں ہے؟

۳۔ امام باقلانی رحمہ اللہ کا یہ دعوی کہ ''ہر رسم کلمہ پر دلالت کرتا ہے، اس کی قراءت کی صحت کا فائدہ دیتا ہے اسے کاتب نے جس صورت پر بھی لکھا ہو۔'' اس مذہب کے قائلین کے دعویٰ سے متناقض اور اس کی اساس کو منہدم کرنے والا ہے، کیونکہ قراءت سنت متبعہ ہے اور اس میں توقیف مجمع علیہ اَمر ہے۔

قرآن مجید کو کسی بھی رسم اور طریقے پر لکھنے کے جواز کا قول باطل اور امت کے سلف و خلف سے ثابت نقل صحیح اور تلقی کے مخالف ہے۔

اتحاف فضلاء البشر میں مرقوم ہے:

> ''اتباع رسم کے وجوب پر ان کا اجماع ہے...... کیونکہ اختیاراً و اضطراراً ضرورت اس کا تقاضا کرتی ہے...... اور یہ امام نافع رحمہ اللہ، امام ابو عمرو بصری رحمہ اللہ، امام عاصم رحمہ اللہ، امام کسائی رحمہ اللہ، امام ابو جعفر رحمہ اللہ اور امام خلف رحمہ اللہ سے نصاً ثابت ہے۔ اس طرح امام اَہوازی رحمہ اللہ نے امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ سے نصاً

[1] الابریز للدباغ: ۵۵، مناهل العرفان: ۱/۳۷۳

روایت کیا ہے۔ اہل اداء نے باقی قراء کے لیے بھی اسے اختیار کیا ہے۔ بلکہ عراقی أئمہ نے نصاً واداءً تمام قراء سے روایت کیا ہے۔"

دلیل نمبر۲:

ظہور اسلام اور کتابت مصاحف کے وقت عربی خط اپنے عہد طفولیت میں تھا اور کاتبین مصاحف کتابت میں ماہر نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس زمانے میں دستیاب قواعد خط کے مطابق مصاحف کو لکھا تھا۔ آج جب خط کے اصول اور کتابت کے قواعد مستحکم ہو چکے ہیں، مصحف کو جدید رسم کے مطابق لکھنے میں کوئی مانع نہیں ہے تاکہ لوگوں پر آسانی کی جا سکے اور مشقت کو دور کیا جا سکے۔ [1]

اس دلیل سے مناقشہ:

یہ دلیل اس موقف پر قائم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کتابت مصاحف میں غلطی کی ہے۔ اس دلیل پر رد پہلے ہی گذر چکا ہے۔ جہاں ہم نے واضح کیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو بالکل صحیح قواعد کے مطابق لکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے متشابہ کلمات کے درمیان فرق کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ﴿أُولَـٰئِكَ﴾ میں واؤ ملحق کی ہے تاکہ اس کے اور ﴿إِلَيْكَ﴾ کے درمیان فرق ہو جائے۔ کیونکہ اس وقت مصاحف نقاط وحرکات سے خالی تھے۔

امام آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ظاہر بات ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسم الخط کے ماہر تھے اور کتابت و عدم کتابت اور وصل وقطع وغیرہ کے تقاضوں کو سمجھتے تھے۔ لیکن انہوں نے حکمت کی بناء پر بعض کلمات میں مخالفت کی ہے۔" [2]

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] مع القرآن الكريم، حيدر قفة: ۱۰۳، رسم المصحف للدكتور عبد الحى الفرماوى: ۲٤٤۔ مقدمة ابن خلدون: ۲۷۲۔ طبعة مصطفى محمد بالقاهرة

[2] تاريخ القرآن و غرائب رسمه للكردى: ۱۱۷

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مصحف کی کتابت کرنا، ان کی علم ہجاء میں مہارت اور ہر علم کی تحقیق میں دقت فہم پر دلالت کرتا ہے۔''❶

کتابت مصاحف میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غلطی کا دعوی کرنا، وعدہ حفاظت الٰہی سے متعارض ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ﴿٩﴾ ﴾ (الحجر : ۹)

''ہم نے ہی اس ذکر کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

دلیل نمبر۳:

قواعد رسم قیاسی کی مخالفت کی وجہ سے رسم عثمانی عامۃ المسلمین کو مشقت میں ڈال دیتی ہے اور کتاب اللہ میں تحریف تک پہنچا دیتی ہے، لہٰذا مقاصد عامہ اور قواعد شریعت کے موافق مصلحت پر عمل کرتے ہوئے مصاحف کو جدید رسم قیاسی کے مطابق لکھنا واجب ہے۔

یہ شیخ عز الدین بن عبد السلام رحمہ اللہ کا قول ہے، فرماتے ہیں:

((لَا تَجُوْزُ كِتَابَةُ الْمُصْحَفِ الْآنَ عَلَى الرَّسْمِ الْأَوَّلِ بِإِصْطِلَاحِ الْأَئِمَّةِ، لِئَلَّا يُوْقِعَ فِيْ تَغْيِيْرٍ مِنَ الْجُهَّالِ......))❷

''اصطلاح ائمہ میں معروف رسم اول (یعنی رسم عثمانی) کے مطابق اب کتابت مصاحف جائز نہیں ہے، تاکہ جہال کی جانب سے اس میں تغیر واقع نہ ہو۔''

اس دلیل پر رد:

امام ابن الحاج رحمہ اللہ اپنی کتاب المدخل میں اس دلیل پر رد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''یہ علت ناقابل التفات ہے کہ عامۃ المسلمین رسم مصحف سے ناواقف ہیں، اور اس رسم کے مطابق لکھے ہوئے مصاحف سے تلاوت کرتے ہوئے ان سے غلطی سرزد ہوتی ہے، کیونکہ امت کے ہر فرد پر واجب ہے کہ وہ رسم مصحف اور تعلیم قراءت حاصل کرنے کے بعد، مصحف سے تلاوت کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا

---

❶ النشر: ۱/ ۱۲ ببعض تصرف ❷ البرهان: ۱/ ۲۷۹

تو اجماع امت کی مخالفت کا مرتکب ہوتا ہے۔ جس کا حکم شریعت میں معلوم ہے۔ لہٰذا علت مذکور، اجماع مذکور کی مخالفت کی وجہ سے مردود ہے اور اس زمانے میں یہ مفسدت بہت عام چکی ہے، جس سے ہر آدمی کو بچنا چاہیے۔'' ❶

ہم مذہب جمہور کے دلائل میں ان مفاسد کو بیان کر چکے ہیں، جو رسم قیاسی کے مطابق کتابت مصاحف کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ رسم قیاسی ہر دور میں محل تغییر وتبدیلی بنی رہی ہے، اس کے مطابق کتابت سے تحریف کا اندیشہ ہے۔

علاوہ ازیں قراءات صحیحہ...... تحقیقاً یا تقدیراً...... رسم عثمانی کے ساتھ متفق ہیں۔ اگر مصاحف کو رسم عثمانی کے علاوہ کسی دوسرے رسم پر لکھا جائے تو ان قراءات صحیحہ میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ اور قواعد شریعت میں سے ایک قاعدہ ہے:

((دَرْءُ الْمَفَاسِدِ مُقَدَّمٌ عَلٰی جَلْبِ الْمَنَافِعِ))

''مفاسد کو دور کرنا منافع کے حصول پر مقدم ہے۔''

لہٰذا جاہلوں کی جہالت کی رعایت کرتے ہوئے، عصر صحابہ سے لے کر آج تک قائم اجماع امت کی مخالفت کرنا کسی طور پر مناسب نہیں ہے۔ اور آج تک کسی مسلمان نے خط مصحف سے عدم معرفت کی شکایت نہیں کی۔ بلکہ اس کے برعکس صحیح ہے۔ جدید قواعد اِملائیہ ہر ملک میں مختلف ہیں، جبکہ رسم عثمانی کسی ملک میں بھی مختلف نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اکثر غیر عرب مسلمان، عربوں سے گفتگو کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، اور نہ ہی ان کی گفتگو کو سمجھتے ہیں، مگر جب وہ مصحف سے تلاوت کرتے ہیں تو بالکل صحیح اور درست تلاوت کر لیتے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ رسم عثمانی کی یہ امتیازی ہیئت ان کے قلوب واذھان میں پختہ اور راسخ ہو چکی ہے۔

تیسرے مذہب کے دلائل

اَصحاب مذہب ھذا کا موقف یہ ہے کہ مصحف شریف کے دو خط ہونے چاہئیں۔ ایک

❶ المدخل: ٤/٨٦۔ ببعض تصرف

رسم عثمانی کے مطابق خواص کے لیے، اور دوسرا رسم قیاسی کے مطابق عامۃ المسلمین کے لیے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کو جہال کی تحریف اور ان کی تلاوت میں غلطی سے محفوظ کر دیا جائے اور اس میں مقاصد شریعت سے متفق مصلحت عامہ ہے۔ امام زرکشی رحمہ اللہ شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

((قَالَ الشَّيْخُ عِزُّ الدِّيْنِ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ، لَا تَجُوْزُ كِتَابَةُ الْمُصْحَفِ عَلَى الرُّسُوْمِ الْأُوْلَى بِاصْطِلَاحِ الْأَئِمَّةِ فِيْ تَغْيِيْرِ الْجُهَّالِ، وَلٰكِنْ لَا يَنْبَغِيْ إِجْرَاءُ هٰذَا عَلَى إِطْلَاقِهِ، لِئَلَّا يُؤَدِّيَ إِلَى دُرُوْسِ الْعِلْمِ، وَشَيْءٌ أَحْكَمَتْهُ الْقُدَمَاءُ لَا يُتْرَكُ مُرَاعَاةً لِجَهْلِ الْجَاهِلِيْنَ، وَلَنْ تَخْلُوَا الْأَرْضُ مِنْ قَائِمٍ لِلّٰهِ بِالْحُجَّةِ)) [1]

شیخ عز الدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصطلاح أئمہ میں معروف رسوم اولی (یعنی رسم عثمانی) پر کتابت مصاحف جائز نہیں ہے، تا کہ اس میں جہال کی طرف سے تغییر واقع نہ ہو لیکن اس کا مطلق اجراء مناسب نہیں ہے، ورنہ ہر شخص کو علمی دروس میں حاضر ہونا پڑے گا، وہ شے جسے قدماء نے ثابت رکھا ہو، اسے جاہلوں کی جہالت کی رعایت کرتے ہوئے ترک نہیں کیا جا سکتا اور اللہ کے لیے دلیل پر قائم رہنے والے افراد سے زمین ہرگز خالی نہیں ہوگی۔"

اس دلیل کا رد:

مذہب ثانی کی دلیل ثالث میں اس پر رد گذر چکا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے قرآن مجید میں شک کا دروازہ کھل جائے گا، جب دو رسم ہوں گے تو ان میں سے صحیح کون سا ہوگا اور غلط کون سا ہوگا۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

راجح قول:

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں لکھے گئے مصاحف کا رسم توقیفی ہے جو

[1] البرهان: ۱/۳۷۹

نبی کریم ﷺ کے سامنے لکھا گیا ہے۔ آپ کی طرف جو بھی وحی نازل ہوتی، آپ کاتبین وحی کو منگوا کر اسے لکھوا دیتے، پھر کاتبین اس مکتوب کو آپ کے سامنے پڑھتے، اگر اس میں کوئی نقص وغیرہ ہوتا تو آپ اس کی اصلاح فرما دیتے تھے۔ یہ وہی رسم ہے جس پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں قرآن مجید لکھا اور جمع کیا گیا تھا۔ پھر انہی صحف سے یہ مصاحف تیار کیے گئے۔

نیز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس عمل کی صحت پر اجماع ہے، اسی طرح تابعین، ائمہ مجتہدین اور عصر حاضر تک کے تمام قراء کرام کا اس پر اجماع ہے۔ حتی کہ ائمہ قراءات نے رسم عثمانی کی موافقت، قراءات صحیحہ کی شرائط میں سے ایک شرط مقرر کر دی ہے۔

میرے شیخ عبد الفتاح القاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''اس بناء پر ہر کاتب، طابع اور ناشر پر واجب ہے کہ وہ قرآن مجید کو رسم عثمانی کے مطابق لکھنے کی کوشش کرے، اور اس میں کوتاہی نہ کرے، اور اس دائمی تراث کی حفاظت اور صحابہ، تابعین وائمہ مجتہدین اور ہر دور کے ائمہ اسلام کی اقتداء کرتے ہوئے نقص وزیادت یا اثبات وحذف کے ذریعے اس میں کوئی تبدیلی نہ کرے۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ مکمل مصاحف ہوں، یا بڑوں اور بچوں کی تعلیم کے لیے اجزاء پر مشتمل چھوٹے مصاحف ہوں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ بچپن ہی سے رسم عثمانی کی معرفت حاصل کریں اور معلمین قرآن، جہاں بھی ہوں، ان پر لازم ہے کہ وہ بچپن ہی سے اپنے پاس پڑھنے والے بچوں کو ان قواعد کی تعلیم دیں، یہاں تک کہ رسم عثمانی کی تعلیم اتنی عام ہو جائے کہ مصحف سے تلاوت کرنا ان کے لیے کوئی مشکل نہ رہے۔'' [1]

[1] تاریخ المصحف الشریف: ۱۰۴، ۱۰۵

رسم عثمانی سے متعلق مجالس فقہیہ کے فیصلے

تمام متقدمین اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ رسم عثمانی توقیفی ہے، اور کسی حالت میں بھی اس کو بدلنا جائز نہیں ہے۔ مجالس فقہیہ جو متعدد محقق اور مخلص اہل علم پر مشتمل ہوتی ہیں، نے اس مسئلہ پر بڑے واضح اور روشن فیصلے صادر فرمائے ہیں، جو عصر حاضر میں علماء امت کے اجماع کی حیثیت رکھتے ہیں یا کم از کم اکثریت کا اعتماد انہیں ضرور حاصل ہے۔

اب ہم ان مجالس کے فیصلوں کو نقل کریں گے تاکہ اس موضوع پر دوبارہ بحث کا دروازہ نہ کھلے۔

ا۔ مجمع البحوث الاسلامية بالأزهر الشريف کا فیصلہ

مجمع البحوث الاسلاميه بالازهر الشريف نے ۳۰ محرم ۱۳۹۱ھ سے ۵ صفر ۱۳۹۱ء تک منعقد ہونے والی چھٹی کانفرنس میں ((رسم المصاحف العثمانية)) کے عنوان پر فضیلۃ الشیخ الاستاد الدکتور محمد ابو شھبۃ عميد كلية أصول الدين بجامعة الأزهر فرع أسيوط کے زیر صدارت تفصیلی بحث کی۔ جس میں مجلس نے عربوں کے ہاں کتابت، ابتداء اسلام میں کتابت، نبی کریم ﷺ کے سامنے کتابت، عہد صدیقی میں جمع قرآن، عہد عثمانی میں نسخ مصاحف، رسم کا معنی اور اس کے قواعد، رسم عثمانی کے توقیفی یا اجتہادی ہونے پر علماء کرام کے مذاہب اور دلائل، رسم عثمانی کے فوائد اور قرآن مجید کی کتابت ورسم سے متعلق مستشرقین کے بعد شبہات وغیرہ جیسے عناوین پر روشنی ڈالی۔ [1]

اس موضوع پر تفصیلی دراسہ کے بعد مجلس نے درج ذیل فیصلہ صادر فرمایا:

---

[1] بحوث قرآنيه، لمجمع البحوث الاسلامية: ۱۴۷، ۱۷۲

۱۔ مجلس تمام مسلمانوں کو یہ نصیحت کرتی ہے کہ وہ قرآن مجید کے بارے میں دشمنان اسلام کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات سے دور رہیں۔ خواہ وہ شکوک وشبہات کتابت مصاحف کے حوالے سے ہوں یا کسی اور حوالے سے ہوں۔

۲۔ قراءات قرآنیہ اجتہادی نہیں ہیں، بلکہ توقیفی ہیں، جن میں متواتر روایات پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

۳۔ مقرئین قرآن کی حوصلہ اُفزائی کی جائے کہ وہ حفظ قراءات کے سلسلے میں فقط روایت حفص پر اکتفاء نہ کریں۔

۴۔ بلاد اسلامیہ میں قراء ات پڑھنے والوں کے لیے جامعہ اُزھر کے دروازے کھلے رکھے جائیں۔

۵۔ تمام بلاد اسلامیہ کو مدارس تخصصیہ میں ماہر قراء سے تدریس قراءات کی حوصلہ افزائی کرنے کی دعوت دی جائے۔

۶۔ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن مجید کی عربی نص یا ترجمہ میں کسی بھی قسم کی تحریف کا تعاقب کریں اور کانفرنس کے ذمہ داران اس سلسلہ میں کوئی منظم لائحہ عمل تیار کریں۔

۷۔ تمام مسلمانوں سے اپیل ہے کہ وہ اِذاعۃ القرآن الکریم (چینل) بالجمھوریۃ العربیۃ المتحدۃ کا تعاون کریں اور اس کی نشریات کو مضبوط کرنے اور پوری دنیا میں عام کرنے کا سبب بنیں، تاکہ تمام بلاد اسلامیہ میں اس کو آسانی کے ساتھ سنا جا سکے اور اس کے اُحکام القرآن پر مبنی تعلیمی قرآنی پروگرامز میں جدت پیدا کی جا سکے۔ اسی طرح تمام بلاد اسلامیہ میں قرآن چینل کھولے جائیں جو کانفرنس کی سفارشات کے مطابق قرآنی آواز کو دنیا میں عام کریں۔

۸۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مصحف شریف کی کتابت میں رسم عثمانی پر اعتماد کریں، تاکہ قرآن مجید تحریف سے محفوظ رہے۔[1]

---

[1] مجمع البحوث الاسلامیۃ، تاریخہ وتطورہ: ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۲ء: ۴۲۵، ۴۲۶

۲۔ هيئة كبار العلماء بالمملكة العربية السعودية کا فیصلہ

هيئة كبار العلماء بالمملكة العربية السعودية نے مؤرخہ ۱۳۹۹/۱۰/۲۱ھ کو فیصلہ نمبر ۷۱ صادر فرمایا، جس کی عبارت درج ذیل ہے:

الحمد لله، والصلوة والسلام على رسوله وآله وصحبه......

وبعد:

مجلس هيئة كبار العلماء نے رسم عثمانی کی بجائے رسم قیاسی کے مطابق کتابت قرآن مجید کے حکم پر ((اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء)) کی تیار کردہ بحث پر مطلع ہونے کے بعد ایک دراسہ کا اہتمام کیا۔

اس موضوع کے دراسہ، مناقشہ اور مختلف آراء کے موازنہ کے بعد مجلس اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ چند اسباب ایسے پائے جاتے ہیں جو کتابت مصحف میں رسم عثمانی کی بقاء کا تقاضا کرتے ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ مصاحف کو رسم عثمانی کے ساتھ عہد عثمانی میں لکھا گیا، اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کاتبین مصاحف کو اس متعین رسم کے مطابق لکھنے کا حکم دیا، جس کی تابعین، تبع تابعین، حتی کہ عصر حاضر تک کے تمام مسلمانوں نے موافقت کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ))

''تم میرے بعد میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔''

چنانچہ کتابت مصاحف میں اس متعین رسم کی حفاظت کرنا، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء، اور ان کے اجماع پر عمل کرنا ہے۔

۲۔ تلاوت میں آسانی کی غرض سے رسم عثمانی کو چھوڑ کر موجودہ رسم املائی کو اختیار کرنے سے ایک نئی تغییر پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ رسم املائی ایک قابل تغییر اصطلاح ہے، جو کسی دوسری اصطلاح سے تبدیل ہو جاتی ہے۔اس سے قرآن مجید کے بعض حروف میں کمی و زیادتی واقع ہوگی اور تحریف کا دروازہ کھل جائے گا اور سینکڑوں سال گذرنے کے بعد مصاحف میں اختلاف واقع ہوگا۔ جس سے دشمنان اسلام کو قرآن مجید میں طعن کرنے کا موقع مل جائے گا۔ جبکہ اسلام اسباب فتن اور شر کے ذرائع سے بھی منع فرماتا ہے۔

۳۔ کتابت مصاحف میں رسم عثمانی کا التزام نہ کرنے سے، قرآن مجید لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بن جائے گا۔ ہر انسان اپنے ذہن میں پیدا ہونے والی سوچ کو نافذ کرنے کی تجویز پیش کرے گا، چنانچہ بعض لوگ اسے لاتینی زبان یا دیگر زبانوں میں کتابت کرنے کی تجویز بھی دیں گے۔ جس میں بڑے بڑے خطرات مخفی ہیں اور مفاسد کو دور کرنا منافع کے حصول پر مقدم ہے۔

مذکورہ اسباب کی بنیاد پر مجلس نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا:

"مجلس هيئة كبار العلماء کی یہ رائے ہے کہ کتابت مصاحف میں رسم عثمانی کو باقی رکھا جائے اور اسے جدید قواعد املاء کے مطابق کرنے کے لیے اس میں تبدیلی نہ کی جائے، تاکہ قرآن مجید کو تحریف سے محفوظ کیا جا سکے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و ائمہ سلف کی اتباع کی جا سکے۔" [1]

---

[1] هيئة كبار العلماء

۳۔ المجمع الفقهي الاسلامي التابع الرابطة العالم الاسلامي بمكة المكرمة کا فیصلہ

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده،
سيدنا ونبينا محمد و آله وصحبه أجمعين وبعده!

مجلس المجمع الفقهي الاسلامي، جدہ کے معروف شیخ ہاشم وھبۃ عبد العال کے خطاب، جس کا موضوع ((تغيير رسم المصحف العثماني الى الرسم الاملائي)) تھا، پر مطلع ہوئی۔ چنانچہ مجلس نے اس موضوع پر بحث و مباحثہ، اور مؤرخہ ۱۳۹۹/۱۰/۲۱ھ کو هيئة كبار العلماء ریاض کے صادر کردہ فیصلہ نمبر ۷۱ (جو پیچھے گذر چکا ہے) اور کتابت مصاحف میں رسم عثمانی کی بقاء کے لیے ذکر کردہ اسباب کا مطالعہ کرنے کے بعد، اس کی تائید کرنے کا فیصلہ کیا جو درج ذیل ہے:

"مجلس المجمع الفقهي الاسلامي بالاتفاق هيئة كبار العلماء کے فیصلے کی تائید کرتی ہے، کہ مصحف کے رسم عثمانی کو تبدیل کرنا ناجائز اور حرام ہے اور اس کو رسم عثمانی کے مطابق لکھنا واجب اور ضروری ہے۔ تاکہ یہ رسم قرآن مجید کی دائمی حفاظت اور اس میں عدم تحریف و تغییر پر دلالت کرے۔ نیز اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و ائمہ سلف کی اتباع و پیروی ہے۔"

باقی رہا، تسہیل قراءت اور آسانی تلاوت کا مسئلہ، تو وہ معلمین کی تلقین سے حل ہو جائے گا۔ کیونکہ تعلیم قرآن کے باب میں کسی بھی حالت میں معلم سے مستغنی نہیں ہوا جا سکتا۔ معلم نئے لوگوں کو رسم عثمانی کے مطابق رسم قیاسی سے مختلف کلمات کی تعلیم دینے کا ذمے دار

ہوتا ہے اور ایسے کلمات کی تعداد انتہائی قلیل ہے جو قرآن مجید میں بار بار آتے ہیں: جیسے: ﴿الصلٰوۃ﴾ اور ﴿السمٰوٰت﴾ ہے۔ جب نیا آدمی رسم عثمانی کے مطابق ایسے کلمات کو ایک جگہ دیکھ لے گا تو پھر وہ پورے قرآن مجید میں اس کو صحیح پڑھے گا، جیسا کہ رسم قیاسی کے مطابق لکھے ہوئے کلمات جیسے: ﴿ھـــذا﴾، ﴿ذلك﴾ کو ایک دفعہ پڑھ لینے کے بعد ہر جگہ آدمی درست پڑھ لیتا ہے۔

وصلى الله على سيدنا محمد النبي الأمي وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كثيرا۔[1]

[1] مجلة المجمع الفقهي الاسلامي، العدد الرابع، السنة الثانية: ١٤١٠هـ - ١٩٨٩ء، ٤٨٥، ٤٨٦

الضبط، اس کا مفہوم اور اسباب

مفہوم:

ضبط کا لغوی معنی "کسی شیء کو محفوظ بنانے کی انتہائی کوشش کرنا" ہے: ((ضَبَطَ الْكِتَابَ))، "اس نے کتاب کو پختہ یاد کرلیا ہے۔"

جبکہ اصطلاح میں علم الضبط سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے حرف کو لاحق ہونے والی علامات، حرکت، سکون، تشدید، اور مد وغیرہ کی پہچان ہوتی ہے۔

اس کو شکل بھی کہتے ہیں، کہا جاتا ہے۔ ((شَكَّلَ الْكِتَابَ))، "اس نے کتاب پر اعراب لگا دیئے ہیں۔" یعنی کتاب کو اس چیز کے ساتھ قید کر دیا ہے جس سے اشکال و التباس رفع ہو جاتا ہے۔ [1]

اور لفظ نُقَطٌ ماخوذ ہے، نَقَطَ الْحَرْفَ يَنْقُطُهُ نُقْطاً سے، اس کا نام "نقطۃ" ہے اور جمع "نُقَطٌ" ہے۔ [2]

نقط کی دو اقسام ہیں:

ا۔ نقط الاعراب:

نقط الاعراب سے مراد وہ علامات ہیں جو حرکت، سکون، تشدید اور مد وغیرہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اس معنی میں یہ ضبط اور شکل کے مترادف ہے۔

۲۔ نقط الاعجام:

نقط الاعجام سے مراد وہ علامات ہیں جو مماثل حروف کو باہم ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں۔

---

[1] المعجم الوسيط۔ مجمع اللغة العربية: ۱/۴۹۱، ط، الدوحة

[2] لسان العرب: ۹/۲۹۴ مادة "نقط"

اسباب ضبط:

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ ابتداءً کتابت میں مصاحف نقاط و حرکات سے خالی تھے، اور لوگ ان مصاحف سے بلا مشقت بآسانی تلاوت کر لیا کرتے تھے اور متشابہ حروف و کلمات میں اپنی عربی فطرت سلیمہ کے سبب فرق کر لیا کرتے تھے، کیونکہ انہوں نے براہ راست نبی کریم ﷺ سے یا ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید سیکھا تھا جنہوں نے آپ ﷺ سے سیکھا تھا۔

جب فتوحات اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہو گیا اور عرب و عجم کا اختلاط بڑھا تو عجمی نومسلم افراد، اعراب کی واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے قرآن مجید میں کثرت سے غلطی کرنے لگے، جس سے ایسی علامات وضع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی، جو رسم عثمانی کو چھیڑے بغیر کلمات قرآنیہ کے صحیح نطق پر راہنمائی کر سکیں۔

امام ابو عمرو الدانی رحمہ اللہ (ت ۴۴۴ھ) امام محمد بن قاسم الأنباری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”سیدنا أمیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے گورنر زیاد کو پیغام بھیجا کہ اپنے بیٹے عبداللہ بن زیاد کو میرے پاس بھیجو۔ جب عبید اللہ بن زیاد، سیدنا أمیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور ان کے ساتھ گفتگو کی تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ وہ اپنی کلام میں غلطیاں کرتا ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے باپ زیاد کے پاس واپس لوٹا دیا اور ان کو خط لکھ کر ان کے بیٹے کی غلطیوں پر ملامت کی اور فرمایا: کیا عبید اللہ جیسا لڑکا بھی ضائع کر دیا جائے گا۔ اس واقعہ کے سرزد ہو جانے کے بعد والیٔ بصرہ زیاد نے نحو کے امام ابو الأسود الدؤلی رحمہ اللہ (ت ۶۹ھ) کو پیغام بھیجا اور فرمایا:

عجمیوں نے لغت عرب کو بگاڑ دیا ہے۔ آپ ایسے اصول و قواعد وضع کر دیں، جن سے لوگ اپنی کلام کی اصلاح کر لیں اور کلام اللہ کو درست پڑھ سکیں۔ امام

ابو الاسود رحمہ اللہ نے زیاد کے اس مطالبہ کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اور اسے پورا کرنا مناسب نہ سمجھا۔

چنانچہ زیاد نے صورتحال کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے یہ ترکیب سوجھی کہ ایک شخص کو، امام ابو الأسود رحمہ اللہ کے راستے میں بٹھا دیا، اور اس کو حکم دیا کہ جب تیرے پاس سے ابو الأسود رحمہ اللہ گزرے، تو قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دینا، اور عمداً اس میں غلطی کر دینا، اس شخص نے ایسے ہی کیا، جب امام ابو الأسود رحمہ اللہ اس آدمی کے پاس سے گذرے، تو اس نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی اور پڑھا: ﴿أَنَّ ٱللَّهَ بَرِيٓءٞ مِّنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ وَرَسُولِهِۦ﴾ (التوبہ: ۳) (یعنی لفظ ﴿وَرَسُولُهُۥ﴾ کے لام کو کسرہ کے ساتھ پڑھا)، جس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ "بے شک اللہ تعالیٰ مشرکوں اور اپنے رسول سے بری الذمہ ہے۔"

جب امام ابو الأسود رحمہ اللہ نے سنا تو چونک کر کہا: معاذ اللہ! اللہ اپنے رسول سے کیسے بریٔ الذمہ ہوسکتا ہے۔ پھر فوراً زیاد کے پاس گئے اور کہا کہ میں آپ کا مطالبہ قبول کرتا ہوں اور قرآن مجید کے اعراب لگانے کا کام شروع کرتا ہوں۔ آپ میرے پاس تیس آدمی روانہ کر دیں۔ زیاد نے تیس (۳۰) آدمی امام ابو الأسود رحمہ اللہ کے پاس بھیج دیئے۔ انہوں نے ان تیس میں سے پہلے دس آدمی منتخب کیے، پھر ان دس میں سے باری باری ایک ایک کا انتخاب کرتے رہے یہاں تک قبیلہ عبد القیس کے ایک آدمی کو منتخب کر لیا اور اعراب لگانے کا کام شروع کر دیا۔ آپ نے اس شخص کو ہدایات دیتے ہوئے فرمایا:

تم مصحف کی روشنائی سے مختلف روشنائی لے لو، اور میرے ہونٹوں کا دھیان رکھو، جب میں فتحہ کے لیے ہونٹ کھولوں تو حرف کے اوپر ایک نقطہ لگا دو، جب ہونٹوں کو گول کروں (یعنی ضمہ پڑھوں) تو حرف کے سامنے ایک نقطہ لگا دو، اور جب ہونٹوں کو جھکاؤں (یعنی کسرہ پڑھوں) تو حرف کے نیچے ایک نقطہ لگا دو، اور جب تنوین پڑھوں تو ایک کی بجائے دو دو نقطے لگا دو۔

چنانچہ انہوں نے اس طریقے پر چلتے ہوئے شروع سے لے کر آخر تک مکمل قرآن مجید پر اعراب لگا دیئے۔ امام ابو الأسود الدؤلی رحمہ اللہ کے بعد اہل علم انہی کے وضع کردہ نقط الاعراب پر عمل کرتے رہے، یہاں تک کہ خلافت عباسیہ کا زمانہ آ گیا، اور معروف جلیل القدر عالم دین امام خلیل بن أحمد الفراہیدی البصری (ت ۱۷۰ھ) علمی اُفق پر نمودار ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے امام ابو الأسود الدؤلی کی وضع کردہ علامات میں مناسب تبدیلیاں کیں اور ان میں بعض خوبصورتیوں کا بھی اضافہ فرمایا:

انہوں نے فتحہ کی علامت، بچھا ہوا چھوٹا الف مقرر کی، کیونکہ فتحہ میں اشباع کرنے سے الف پیدا ہوتا ہے۔ ضمہ کی علامت، چھوٹا واؤ مقرر کی، کیونکہ ضمہ میں اشباع کرنے سے واؤ پیدا ہوتی ہے، اور کسرہ کی علامت چھوٹی یاء مقرر کی، کیونکہ کسرہ میں اشباع کرنے سے یاء پیدا ہوتی ہے۔

امام خلیل بن أحمد الفراہیدی نے ان علامات میں مزید اضافہ کرتے ہوئے تشدید کی علامت ''ش'' کا سرا، سکون کی علامت ''خ'' کا سرا اور ہمزہ اشمام و اختلاس وغیرہ کی بھی علامات مقرر کیں۔ ❶

نقط الاعجام:

نقط الاعجام سے مراد وہ علامات ہیں جو مماثل حروف کو باہم ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہیں۔ نقط الاعراب کو شکل بھی کہا جاتا ہے، جو امام ابو الأسود الدؤلی کی ایجاد ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ ایک عرصہ تک لوگ اسی پر عمل کرتے رہے، یہاں تک کہ خلیفہ عبد الملک بن مروان (ت بعد ۱۳۳ھ) کا عہد حکومت آ گیا اور لغت میں غلطی عام ہو گئی۔ چنانچہ عبد الملک بن مروان نے والیٔ عراق حجاج بن یوسف (ت ۹۵ھ) کو حکم دیا کہ وہ لحن اور تحریف کو قرآنی حدود تک پہنچنے سے دور رکھنے کا بندوبست کریں۔

چنانچہ حجاج بن یوسف نے اس عظیم الشان خدمت کی انجام دہی کے لیے عراق کے دو

❶ المحکم للدانی: ٤٠٣

معروف اہل علم امام نصر بن عاصم رحمہ اللہ (ت ۹۰ھ) اور امام یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ (ت ق ۹۰ھ) کو منتخب کیا۔ یہ دونوں علماء کرام فنون قراءات اور لغت عرب میں اپنے وقت کے امام تھے۔ چنانچہ ان دونوں نے مل کر نقط الاعجام وضع کیے تاکہ مماثل حروف آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملتبس نہ ہوں۔

انہوں نے نقط الاعجام لگانے کے لیے مصحف کی روشنائی کے موافق روشنائی استعمال کی تاکہ امام ابوالأسود الدؤلی کے لگائے ہوئے نقط الاعراب سے ممتاز ہوسکیں۔ [1]

مذکورہ کلام سے واضح ہوتا ہے کہ نقط الاعراب، نقط الاعجام سے مقدم ہیں، کیونکہ زیاد بن ابوزیاد اور امام ابوالاسود الدؤلی کا زمانہ حجاج بن یوسف اور نصر بن عاصم و یحییٰ بن یعمر کے زمانے سے مقدم ہے اور شکل ان دونوں قسم کے نقاط سے متاخر ہے کیونکہ خلیل بن أحمد الفراھیدی کا زمانہ ان تینوں أئمہ کرام (ابوالاسود، نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یعمر) کے زمانے سے متاخر ہے۔

تقسیم مصحف:

آیات کی ترقیم، اور مصحف کی تیس (۳۰) سیپاروں میں تقسیم متاخرین کی ایجاد ہے۔ اس تقسیم کا مقصد ہمت بلند کرنا اور حفاظ وعبادت گذاروں کے لیے نشاط فراہم کرنا ہے۔ خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو رمضان المبارک میں نماز تراویح میں مکمل قرآن مجید ختم کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ! میں کتنی مدت میں قرآن مجید پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ماہ میں ختم کرو، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: بیس دن میں ختم کرو۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: دس دن میں ختم کرو، میں نے کہا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''پانچ دن

[1] المحکم: ۸۷

میں ختم کرو۔ میں نے کہا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے اس کی رخصت نہیں دی۔ ❶

چنانچہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے بعض اہل علم نے قرآن مجید کو تیس پاروں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ہر پارے کے آٹھ اُرباع ہیں، پھر انہوں نے ہر پارے کے دو دو حزب بنا دیئے اور ہر حزب چار اُرباع پر مشتمل ہے۔ اہل مشرق نے اس تقسیم پر عمل کیا۔

جبکہ اہل مغرب نے دیگر مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے اس تقسیم سے مختلف ایک دوسری ترتیب و تقسیم اختیار کر لی اور اس پر عمل شروع کر دیا۔

ایسے ہی بعض اہل علم نے قاری کے لیے فہم آیات پر معاونت کی غرض سے وقف اور وصل کی علامات مقرر کر دیں۔ کیونکہ معنی مکمل ہو جانے پر وقف کرنا اور معنی مکمل نہ ہونے پر وصل کرنے کا فہم اور تدبر کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔

اسی طرح کلمات سجدات پر دلالت کرنے والی علامات وضع کی گئیں جو صفحہ کی ایک جانب لگائی گئی ہیں۔

مصحف کی اس تقسیم اور اس کی ذیلی علامات کو سب سے پہلے وضع کرنے والے کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کا حکم عباسی خلیفہ مامون الرشید (ت ۲۱۸ھ) نے دیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا حکم علماء کے مشورہ سے حجاج بن یوسف نے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اُرباع یا اُحزاب کی ابتداء قصص یا متعلقہ اُحکام کے درمیان سے ہوتی ہے۔ جیسے: ﴿ وَٱلْمُحْصَنَٰتُ مِنَ ٱلنِّسَآءِ ﴾ (النساء: ٢٤) سے حزب کی ابتداء ہو رہی ہے حالانکہ یہ آیت مبارکہ اپنے سے ماقبل آیت مبارکہ ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَٰتُكُمْ.... ﴾ کے معنی کو مکمل کرنے والی ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ شادی شدہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ عورت ایک وقت میں صرف ایک خاوند کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

---

❶ ترمذی: ٤/٢٦٥، وقال: حدیث حسن صحیح

عصر حاضر میں مصاحف کی طباعت انتہائی آسان ہو چکی ہے۔اس سے پہلے مصاحف ہاتھ سے لکھے جاتے تھے، جس پر ضیاع وقت کے ساتھ ساتھ دقت کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا۔

سب سے پہلے جو مصحف طبع ہو کو منظر عام پر آیا وہ جرمنی کے شہر ہمبرگ میں ھنکلمان کے زیر اشراف تقریباً ۱۱۰۶ھ......۱۶۹۴ء میں طبع ہوا۔اس کا ایک نسخہ دارالکتب المصریۃ میں ۱۷۶نمبر مصاحف کے تحت اور ایک نسخہ مکتبہ جامعۃ القاہرۃ میں موجود ہے۔ [1]

اس کے بعد تسلسل کے ساتھ مصاحف کی طباعت کا عمل شروع ہوگیا اور بالتدریج بلاد اسلامیہ میں بھی داخل ہوگیا...... چنانچہ دارالخلافۃ العثمانیۃ، مصر اور ہندوستان سمیت متعدد بلاد اسلامیہ میں مطبوعہ مصاحف نمودار ہوئے۔

چودھویں صدی ہجری کے اوائل میں مصر میں "ارشاد القراء والکاتبین الی معرفۃ رسم الکتاب المبین" کے مؤلف رضوان ابن محمد الشہیر المخللاتی کا لکھا ہوا مصحف مشہور ہوا۔ جو ۱۳۰۸ھ......۱۸۹۰ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا۔ موصوف نے اس مصحف کی طباعت میں رسم عثمانی اور ضبط کے ان خصائص کا اہتمام کیا ہے، جن کی طرف ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں۔

۱۳۳۷ھ میں مشیخۃ الأزھر کی جانب سے مصحف شریف کی نگرانی کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس کے زیر نگرانی روایت حفص بن سلیمان بن مغیرہ الأسدی الکوفی لقراءۃ عاصم بن ابی النجود الکوفی التابعی، عن ابی عبدالرحمٰن، عبداللہ بن حبیب السلمی، عن عثمان بن عفان، وعلی بن ابی طالب، وزید بن ثابت، وابی بن کعب، عن النبی ﷺ کے مطابق مصحف طبع کیا گیا۔

یہ مصحف شیخ محمد علی الحسینی الشہیر بالحداد نے اپنے خط سے لکھا تھا۔ یہ کمیٹی شیخ محمد علی الحسینی اور حفنی ناصف، مصطفیٰ عنانی اور احمد الاسکندری جیسے کبار اساتذہ پر مشتمل تھی۔اس مصحف کا طبع

---

[1] مناھل العرفان: ۴۰۳/۱۔ مباحث فی علوم القرآن لصبحی الصالح: ۹۹، رسم المصحف لغانم قدوری: ۶۰۱، ۶۰۲

اول ۱۳۴۲ھ......۱۹۲۳ء میں چھپ کر منظر عام پر آیا۔ [1]
مذکورہ مصاحف خلیل بن احمد اور ان کے مشرقی متبعین کی جانب سے وضع کردہ قواعد پر مشتمل تھے۔
دوسری جانب بلاد مغرب عربی میں دیگر مصاحف بھی پائے جاتے تھے، جن کا طریقہ ضبط ان سے مختلف تھا۔ مثلاً ان میں ہمزہ محققہ کی علامت زرد نقطہ، ہمزہ مسہلہ کی علامت سرخ نقطہ اور حرف زائد کی علامت اس کے اوپر سرخ دائرہ لگائی گئی تھی۔
اس کے بعد تمام اسلامی ممالک میں مصحف شریف کی طباعت پر نگرانی کے لیے کمیٹیاں بنا دی گئیں۔
مصر میں اس کمیٹی کی سربراہی شیخ عموم القراء کے سپرد ہوتی تھی۔ جو شیخ علی محمد الضباع (ت ۱۳۷۶ھ۔۱۹۵۶ء) کے زمانے تک ایسے ہی چلتی رہی۔ پھر یہ سربراہی مجمع البحوث الاسلامیۃ بالأزھر الشریف کے سپرد کر دی گئی، جس نے ہمارے شیخ، شیخ عبد الفتاح عبد الغنی القاضی (ت ۱۴۰۳ھ) کی قیادت میں ایک طویل عرصہ تک یہ خدمت انجام دی۔
اس کمیٹی نے ضبط اور اس کی اصطلاحات پر دلالت کرنے والی بعض علامات بھی وضع کیں، جو ہر مصحف کے آخر میں لگا دی جاتی ہیں۔ میں نے بھی ان علامات کو اس بحث کے آخر میں ملحق کر دیا ہے تاکہ قرآن مجید پڑھنے والے ہر شخص کے لیے باعث دلیل ہوں۔

[1] مباحث فی علوم القرآن لصبحی صالح: ۹۹، رسم المصحف لقدوری: ٦٠٤

قواعد ضبط اپنی آخری صورت میں

جب روایت حفص اکثر بلاد اسلامیہ میں رائج ہوگئی تو مصحف کے آخر میں اس روایت کی سند اور قواعد ضبط کو بطور تعارف قلمبند کر دیا گیا۔ یہاں ہم روایت حفص کی سند اور قواعد کو بیان کریں گے تاکہ قاری صحیح تلاوت کی کیفیت سے آگاہ ہو سکے۔

یہ مصحف روایت حفص بن سلیمان بن المغیرۃ الأسدی الکوفی، لقراءۃ عاصم بن ابی النجود الکوفی التابعی، عن ابی عبد الرحمٰن، عبد اللہ بن حبیب السلمی، عن عثمان بن عفان، وعلی بن ابی طالب، وزید بن ثابت، وابی بن کعب، عن النبی ﷺ کے موافق لکھا اور ضبط کیا گیا ہے۔

اس کے حروف ہجاء سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھیجے گئے، مصاحف سے نقل کردہ علماء رسم کی مرویات سے اخذ کیے گئے ہیں۔ جو مصاحف انہوں نے کوفہ، بصرہ، شام اور مکہ کی طرف روانہ کیے تھے، اور جو انہوں نے اہل مدینہ کے لیے اور اپنی ذات کے لیے مختص کیے تھے اور جو مصاحف ان چھ سے آگے نقل کیے گئے تھے۔ اس میں امام ابو عمرو الدانی رحمہ اللہ اور امام ابو داؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ کی منقولات پر اعتماد کیا گیا ہے، اور اگر کہیں دونوں کا اختلاف ہوا ہے تو ثانی الذکر کو ترجیح دی گئی ہے۔

اس مصحف کا ہر حرف مذکورہ چھ مصاحف کے حروف کے موافق ہے۔

اس کا طریقہ ضبط امام تنسی کی کتاب ((الطراز علی ضبط الخراز)) میں وارد علماء ضبط کے قواعد سے مستنبط ہے، اور اندلس اور اہل مغرب کی بجائے امام خلیل بن احمد اور ان کے مشرقی متبعین علماء کی ایجاد کردہ علامات کو اخذ کیا گیا ہے۔

اس کی آیات کے شمار میں طریقۃ الکوفیین عن ابی عبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب السلمی، عن علی بن ابی طالب کی پیروی کی گئی ہے۔ جو امام شاطبی رحمہ اللہ کی کتاب "ناظمۃ الزھر" اور

علوم الفواصل پر مطبوع دیگر کتب میں وارد ہے۔ کوفیوں کے طریقہ شمار پر قرآن مجید کی ۶۲۳۶ آیات ہیں۔

اس کے تیس أجزاء، ساٹھ أحزاب اور ان کے أرباع کے أوائل، علامہ سفاقسی کی کتاب "غیث النفع" امام شاطبی کی کتاب "ناظمة الزهر"، شیخ محمد متولی کی ناظمة الزهر کی شرح "تحقيق البيان" اور ابو عبید رضوان المخللاتی کی کتاب "ارشاد القراء والكاتبين" سے ماخوذ ہیں۔

مصحف کے آخر میں ملحق جدول میں مذکور مکی و مدنی کا بیان امام أبو القاسم عمر بن محمد بن عبد الکافی رحمہ اللہ کی کتاب اور کتب قراءات و تفسیر سے مستنبط ہے۔

اس کی علامات وقوف اور وقوف کے مقامات کی تحدید کمیٹی کی متعدد مجالس میں طے کی گئیں، جو مفسرین، علماء وقف وابتداء، کے اقوال اور معانی کے تقاضوں کی روشنی میں طے پائیں۔

اس کے سجدات اور ان سجدات کے مقامات کا بیان کتب حدیث وفقہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ سجدہ کے مقامات میں سے پانچ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ پہلا مقام سورۂ حج کا دوسرا سجدہ ہے۔ دوسرا مقام سورۃ ص میں، تیسرا مقام سورۃ النجم میں، چوتھا مقام سورۃ الانشقاق میں اور پانچوں مقام سورۃ العلق میں ہے۔ ان کے اختلاف کا تذکرہ قرآن مجید کے حاشیے پر نہیں کیا گیا۔

امام حفص کے نزدیک مقامات سکتہ کا بیان شاطبیہ اور اس کی شروح سے ماخوذ ہے، لیکن اس کی کیفیت مشائخ سے مشافہۃً معلوم ہوتی ہے۔

اصطلاحات الضبط

☆ گول دائرہ جیسے (ہ): یہ حروف علت کے اوپر لگایا جاتا ہے اور ان کے زائد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ حروف نہ وصلاً پڑھے جاتے ہیں نہ وقفاً۔ جیسے: ﴿يَتْلُوا صُحُفًا﴾، ﴿أُولَٰئِكَ﴾، ﴿مِن نَّبَإِي الْمُرْسَلِينَ﴾، ﴿بَنَيْنَاهَا بِأَيْيدٍ﴾

☆ اُفقی طویل دائرہ جیسے: (٥) یہ اس الف پر لگایا جاتا ہے، جس کے بعد متحرک ہو، اور یہ اس کے زائد ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اس الف کو وصلاً نہیں پڑھا جاتا، جبکہ وقفاً پڑھا جاتا ہے۔ جیسے: ﴿أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ﴾، ﴿لَّٰكِنَّا هُوَ اللَّهُ رَبِّي﴾ اور اگر الف کے بعد حرف ساکن ہو تو اسے مہمل کر دیا جاتا ہے جیسے: ﴿أَنَا نَذِيرٌ﴾ اس پر علامت نہیں لگائی جاتی۔ اگر چہ دونوں (یعنی جس کے بعد متحرک ہو یا ساکن ہو) کا حکم ایک ہے کہ یہ الف وصلاً ساقط ہو جاتا ہے اور وقفاً ثابت رہتا ہے۔

☆ چھوٹا سا خاء کا سرا: (بدون نقطہ) جیسے (ـہ) اس کو ساکن حرف کے اوپر لگایا جاتا ہے تا کہ اس کے سکون اور اظہار پر دلالت کرے، جیسے: ﴿مِّنْ خَيْرٍ﴾، ﴿يَنْهَوْنَ عَنْهُ﴾، ﴿قَدْ سَمِعَ﴾، ﴿أَوَعَظْتَ﴾، ﴿وَخُضْتُمْ﴾

☆ اور اگر کسی حرف کا دوسرے حرف میں ادغام کامل ہو رہا ہو تو اس حرف کو ادغام کامل پر دلالت کرنے کے لیے علامت سکون سے خالی رکھا جاتا ہے۔ جیسے: ﴿أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا﴾، ﴿يَلْهَث ذَّٰلِكَ﴾، ﴿وَقَالَت طَّائِفَةٌ﴾، ﴿وَمَن يُكْرِههُّنَّ﴾ اسی طرح راجح وجہ پر ﴿أَلَمْ نَخْلُقكُّم﴾ میں۔

☆ اگر ادغام ناقص ہو رہا ہو جیسے: ﴿مِن وَالٍ﴾، ﴿فَرَّطتُمْ﴾، ﴿بَسَطتَ﴾ یا اخفا ہو رہا ہو (جو نہ تو اظہار ہے اور نہ ہی ادغام تام ہے) جیسے: ﴿مِن تَحْتِهَا﴾،

﴿ مِن ثَمَرِهِۦ ﴾، ﴿ إِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ ﴾ تو پہلا حرف (مدغم، مخفی) سکون سے خالی رکھا جاتا ہے اور دوسرا حرف (مدغم فیہ، مخفی فیہ) تشدید سے خالی رکھا جاتا ہے۔ تاکہ ادغام ناقص اور اخفاء پر دلالت کرے۔

☆ چھوٹی میم جیسے (م) اس کو حرف منون پر دوسری حرکت کی جگہ یا نون ساکن پر سکون کے بدلے میں لگایا جاتا ہے۔ جب ان کے بعد باء آجانے کے وجہ سے اقلاب ہو رہا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ یاء کو تشدید سے خالی رکھا جاتا ہے۔ جیسے: ﴿ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ﴾، ﴿ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ ﴾، ﴿ مُّنۢبَثًّا ﴾۔

☆ ترکیب الحرکتین جیسے (ـٌـ، ـًـ، ـٍـ) (ضمہ، فتحہ اور کسرہ) کا اوپر نیچے آنا، تنوین کے اظہار پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے: ﴿ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾، ﴿ وَلَا شَرَابًا ۝٢٤ إِلَّا ﴾، ﴿ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴾۔

☆ تتابع الحرکتین جیسے: (ـٌـ، ـًـ، ـٍـ) تینوں حرکات کا پے در پے آگے پیچھے آنا اور دوسرے حرف پر تشدید کا ہونا، ادغام کامل پر دلالت کرتا ہے، جیسے: ﴿ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ﴾، ﴿ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾، ﴿ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴾۔

☆ تینوں حرکات کا پے در پے آنا اور دوسرے حرف کا تشدید سے خالی ہونا ادغام ناقص پر جیسے: ﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ ﴾، ﴿ رَحِيمٌ وَدُودٌ ﴾ یا اخفاء پر جیسے: ﴿ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴾، ﴿ سِرَاعًا ذَٰلِكَ ﴾، ﴿ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۝١٥ كِرَامٍ ﴾ پر دلالت کرتا ہے۔ گویا حرکات کی ترکیب، حرف پر سکون اور حرکات کا تتابع حرف کے سکون سے خالی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

☆ حروف صغیرہ: چھوٹے حروف مصاحف عثمانیہ میں متروک ان جیسے بڑے حروف پر دلالت کرتے ہیں، اور ان کو پڑھنا واجب ہے۔ جیسے: ﴿ ذَٰلِكَ ٱلْكِتَـٰبُ ﴾، ﴿ يَلْوُۥنَ أَلْسِنَتَهُم ﴾، ﴿ إِنَّ وَلِـِّۧىَ ٱللَّهُ ﴾، ﴿ إِۦلَـٰفِهِمْ رِحْلَةَ ﴾، ﴿ وَكَذَٰلِكَ نُـۨجِى ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾

علماء و ضبط ان حروف کو رسم کے دیگر حروف کے حجم کے برابر سرخ رنگ سے ملحق کر

دیتے تھے، لیکن پرنٹنگ میں اس طرح لکھنا مشکل ہونے کی وجہ سے ان کو چھوٹا کر کے لکھنے پر اکتفاء کرلیا گیا ہے تاکہ مقصود پر دلالت ہو سکے۔

اگر متروک حرف کا بدل اصلی کتابت میں موجود ہو تو اس بدل کی بجائے ملحق حرف کے مطابق نطق کیا جائے گا۔ جیسے: ﴿ٱلصَّلَوٰةَ﴾، ﴿ٱلرِّبَوٰاْ﴾، ﴿ٱلتَّوْرَىٰةَ﴾، ﴿وَٱللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ﴾، ﴿فِى ٱلْخَلْقِ بَصْۜطَةً﴾۔

اگر سین کو صاد کے نیچے لکھا گیا ہو تو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ صاد کا نطق زیادہ أشہر ہے۔ اور اس طرح ایک کلمہ میں لکھا گیا ہے۔ ﴿ٱلْمُصَۣيْطِرُونَ﴾۔

☆ علامت مد جیسے: (ـٓ) حرف کے اوپر اس علامت کا وجود، مد اصلی سے زائد مد کے لزوم پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے: ﴿الٓمٓ﴾، ﴿ٱلطَّآمَّةُ﴾، ﴿قُرُوٓءٍ﴾، ﴿سِيٓءَ بِهِمْ﴾، ﴿بِمَآ أُنزِلَ﴾ اگرچہ ان مدود کی اقسام میں تفصیل پائی جاتی ہے، جو کتب تجوید میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ یہاں اس کا موقع نہیں ہے۔ اس علامت کو الف مکتوبہ کے بعد الف محذوفہ پر دلالت کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا جیسے: ﴿آمَنُواْ﴾ اگرچہ متعدد مصاحف میں اس کو غلط طور پر ایسے لکھا گیا ہے، اور الف کے اوپر مد ڈالی گئی ہے۔

اس کلمہ کو ہمزہ اور اس کے بعد الف سے لکھا جاتا ہے، جیسے: ﴿ءَامَنُواْ﴾

☆ درمیان سے خالی دائرہ: (O) یہ گول دائرہ جس کے درمیان نمبر لگے ہوتے ہیں، اختتام آیت پر دلالت کرتا ہے اور اس میں مکتوب نمبر نگ اس سورت کی آیات کی تعداد پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے:

﴿إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝٢ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ۝٣﴾

یہ دائرہ آیت سے پہلے نہیں لگایا جاتا، یہی وجہ ہے کہ تمام سورتوں کے اوائل اس سے خالی ہیں، جبکہ سورتوں کے اواخر میں یہ موجود ہوتا ہے۔

☆ یہ علامت (۞) اَجزاء، اَحزاب، اَنصاف اور اَرباع کی ابتداء پر دلالت کرتی ہے۔
اور کلمہ کے اوپر افقی خط وجوب سجدہ پر دلالت کرتا ہے
اور کلمہ کے بعد یہ علامت (۩) مقام سجدہ پر دلالت کرتی ہے، جیسے:
﴿ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ (٤٩) يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۩ (٥٠) ﴾

☆ معین شکل کا خالی الوسط نقطہ جیسے (٥) اس نقطے کو ﴿ بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا ﴾ کی راء کے نیچے لگانا فتحہ کا کسرہ کی طرف اور الف کا یاء کی طرف امالہ پر دلالت کرتا ہے۔ نقاط اس کو سرخ دائرے کی شکل میں لگاتے تھے، لیکن پرنٹنگ میں صعوبت کی وجہ سے اسے اس معین شکل میں لگایا جاتا ہے۔

☆ اسی مذکورہ نقطے کو ﴿ مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا ﴾ میں میم کے بعد نون مشدد سے پہلے لگایا جاتا ہے، تاکہ اشمام پر دلالت کرے۔

☆ وسط سے بند گول نقطہ جیسے: (•) یہ نقطہ ﴿ ءَاعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ﴾ کے دوسرے ہمزہ کے اوپر لگایا جاتا ہے تاکہ اس میں تسہیل پر دلالت کرے۔

☆ بعض کلمات کے آخری حرف کے اوپر چھوٹی سی سین کی کتابت اس حرف پر سکتہ کرنے پر دلالت کرتی ہے۔
امام حفص عن عاصم سے بطریق شاطبیہ چار مقامات پر سکتہ کرنا ثابت ہے۔

۱۔ ﴿ عِوَجًا ﴾ (الكهف)
۲۔ ﴿ مَّرْقَدِنَا ﴾ (يس)
۳۔ ﴿ مَنْ رَاقٍ ﴾ (القيامة)
۴۔ ﴿ بَلْ رَانَ ﴾ (المطففين)

اور سورۃ الحاقۃ کے کلمہ ﴿ مَالِيَهْ ﴾ کی ھاء میں دو وجوہ جائز ہیں۔

۱۔ اظہار مع السکت

۲۔ ادغام بدون سکت

مصحف میں اس مقام کو اظہار مع السکت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ کیونکہ یہ راجح وجہ ہے۔ یعنی پہلی ھاء پر علامت سکون ہے اور دوسری ھاء اظہار پر دلالت کرنے کے لیے علامت تشدید سے خالی ہے۔ نیز سکتہ کی طرف اشارہ رکھنے سے پہلی ھاء پر حرف سین لگایا گیا ہے۔ جیسے: ﴿ مَالِيَهْ ۜ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ ﴾

☆ ہائے ضمیر مضموم کے بعد چھوٹی سی واؤ اور ھائے ضمیر مکسور کے بعد چھوٹی سی یاء لگا دی جاتی ہے تاکہ ھائے ضمیر میں صلہ پر دلالت کریں۔ اور ھائے ضمیر کی یہ دونوں انواع مد اَصل کے قبیل سے ہیں، اگر ان کے بعد ہمزہ نہ ہو تو ان میں دو حرکت مد ہوگی۔ جیسے: ﴿ إِنَّ رَبَّهُۥ كَانَ بِهِۦ بَصِيرًا ﴾ اور اگر ان کے بعد ہمزہ آ جائے تو مد منفصل بن جائے گی، چنانچہ ان چھوٹے حروف پر علامت مد لگانے کے ساتھ ساتھ ان پر چار یا پانچ حرکات مد کی جائے گی۔ جیسے: ﴿ وَأَمْرُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ ﴾، ﴿ بِهِۦٓ أَن يُوصَلَ ﴾۔

قاعدہ:

قاعدہ یہ ہے کہ امام حفص عن عاصم ہر مضموم ہائے ضمیر میں واؤ کے ساتھ ہر مکسور ہائے ضمیر میں یاء کے ساتھ صلہ کرتے ہیں۔ بشرطیکہ اس ہائے ضمیر سے ماقبل اور مابعد متحرک ہو۔ لیکن مندرجہ ذیل کلمات اس سے مستثنیٰ ہیں۔

۱۔ ﴿ يَرْضَهُ ﴾ (الزمر) امام حفص اس میں بدون صلہ ضمہ پڑھتے ہیں۔

۲۔ ﴿ أَرْجِهْ ﴾ (الاعراف، الشعراء) امام حفص ان مقامات پر ہائے ضمیر کو ساکن پڑھتے ہیں۔

۳۔ ﴿ فَأَلْقِهْ ﴾ (نمل) امام حفص اس ہائے ضمیر کو بھی ساکن پڑھتے ہیں۔

اگر ہائے ضمیر سے ماقبل ساکن ہو اور مابعد متحرک ہو تو امام حفص اس میں عدم صلہ کرتے ہیں، سوائے ایک کلمہ کے ﴿ وَيَخْلُدْ فِيهِۦ مُهَانًا ﴾ (الفرقان)

اگر ہائے ضمیر کے مابعد ساکن ہو، برابر ہے کہ اس کے ماقبل ساکن ہو یا متحرک ہو، تو اس میں مطلقاً عدم صلہ ہے۔ تاکہ اجتماع ساکنین نہ ہو۔ جیسے: ﴿ لَهُ ٱلْمُلْكُ ﴾،

﴿وَءَاتَيْنَٰهُ ٱلْإِنجِيلَ﴾، ﴿فَأَنزَلْنَا بِهِ ٱلْمَآءَ﴾، ﴿وَإِلَيْهِ ٱلْمَصِيرُ﴾۔

تنبیہات:

۱۔ سورۃ الروم کی آیت مبارکہ: ﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً﴾ میں وارد لفظ ﴿ضَعْفٍ﴾ مکسور دو جگہ اور ﴿ضَعْفًا﴾ مفتوح ایک جگہ میں امام حفص کے لیے دو وجوہ ہیں۔

(۱) فتح الضاد

(۲) ضم الضاد

ان تینوں مقامات میں دونوں وجوہ جائز ہیں، لیکن فتح اَدا میں مقدم ہے۔

۲۔ سورۃ نمل کے لفظ ﴿ءَاتَىٰنِ ۦ﴾ میں وقفاً امام حفص کے لیے دو وجوہ ہیں:

(۱) مع اثبات الیاء الساکنة

(۲) حذف الیاء مع الوقف علی النون

وصل کی حالت میں یائے مفتوح ثابت رہے گی۔

۳۔ سورۃ الانسان کے لفظ ﴿سَلَٰسِلَا۟﴾ میں بھی وقفاً امام حفص کے لیے دو وجوہ ہیں۔

(۱) آخری الف کا اثبات

(۲) آخری الف کا حذف اور لام ساکن پر وقف

حالت وصل میں الف کو ثابت رکھا جائے گا۔

نوٹ: امام حفص عن عاصم کے لیے اوپر مذکورہ وجوہ امام شاطبی نے اپنی کتاب "حرز الأمانی ووجه التهانی" میں ذکر کی ہیں۔

امام حفص کے لیے مختلف فیہ طرق میں سے حرز الامانی کے موافق طرق کو ضبط کیا گیا ہے۔

علامات وقف

(م) یہ وقف لازم کی علامت ہے۔ جیسے:﴿إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ﴾

(لا) یہ وقف ممنوع کی علامت ہے۔ جیسے: ﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾

(ج) یہ وقف جائز کی علامت ہے، اس میں وقف اور وصل دونوں برابر ہیں۔ جیسے:

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ﴾

(صلے) یہ وقف جائز کی علامت ہے، جبکہ وصل اُولیٰ ہے۔ جیسے: ﴿وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

(قلے) یہ وقف جائز کی علامت ہے، جبکہ وقف کرنا اولیٰ ہے، جیسے: ﴿قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ﴾

(∴ ∴) یہ وقف متعانق کی علامت ہے۔ یعنی دونوں مقامات میں سے اگر ایک پر وقف کر لیا جائے تو دوسرے مقام پر وقف کرنا ناجائز ہے۔ جیسے: ﴿ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾

خاتمة البحث

خاتمة البحث میں ہم کوشش کریں کہ مذکورہ بحث کے نتائج کو سمیٹ کر آپ کے سامنے پیش کر دیں۔ مذکورہ بحث سے مندرجہ ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) اللہ رب العزت نے اس کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا خصوصی اہتمام فرمایا ہے اور اُمت کو اس اُمر کا حکم دیا ہے کہ وہ کتاب عزیز کی حفاظت کرنے والوں کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھائے۔ کیونکہ یہ کتاب اس امت کا منہج حیات ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو زمین اور اس پر موجود ہر چیز کا وارث بنا دے۔

(۲) رسم عثمانی اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں لکھے گئے صحف کا رسم بعینہ وہی تھا، جس پر کاتبین وحی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا تھا، اور آپ پر ایک سے زائد بار پڑھا گیا، اور اس کو امت آج تک بلا نقص وزیادت نقل کرتی چلی آ رہی ہے۔ اس اعتبار سے یہ رسم اپنے مختلف مظاہر کے باوجود توقیفی ہے، جس پر عہد صحابہ سے امت کا اجماع ہے اور اس کو کسی حالت میں بھی بدلنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کو جدید قواعد املاء کے مطابق یا غیر لغت عربیہ میں لکھنا بھی ناجائز ہے۔

(۳) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے مختلف بلاد اسلامیہ کی طرف بھیجے جانے والے مصاحف عثمانیہ ان قراءات پر مشتمل تھے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول تھیں، لغت عرب کے موافق تھیں اور عرضۂ اُخیرہ میں ثابت تھیں، جو سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے ساتھ فرمایا تھا...... عرضۂ اُخیرہ میں اُحرف سبعہ کا ایک حصہ منسوخ کر دیا گیا تھا، جبکہ بقیہ حصہ ثابت رکھا گیا تھا۔

(۴) مصاحف عثمانیہ کے وہ کلمات جن کا رسم، جدید قواعد املاء کے مخالف ہے، یہ مخالفت متعدد حکمتوں اور بے شمار اسرار و رموز پر مشتمل ہے۔ جیسے اصل حرف پر دلالت، بعض ایسی

قراءات کی طرف اشارہ، جن کو اس مخصوص رسم کے بغیر پڑھنا ہی ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ بھی متعدد اسرار و رموز ہیں، جن کی طرف پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔ اگرچہ بعض کلمات کی حکمتیں ہم پر منکشف نہیں ہوئیں۔ اس کے باوجود اس رسم کا التزام کرنا لازم ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں۔ بدعات گھڑنے کی بجائے اتباع کریں اور ان حکمتوں کو نہ پانے پر اپنے نفس کو ملامت کریں۔

(۵) اس بحث کے دوران ان لوگوں کی غلطی واضح ہوئی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتابت سے جہالت کا الزام دیتے ہیں۔ یہ بات بلاشک و شبہ ثابت شدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم کے ماہر اور نور بصیرت سے منور تھے۔ اسی لیے انہوں نے متشابہ کلمات کے درمیان، بعض حروف کی کمی و زیادتی کے ساتھ امتیاز کیا ہے۔ ان کا قرآن مجید کو اس مخصوص رسم پر لکھنا ان کے بلند مرتبہ اور رفعت منزلت پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مبارک ہاتھوں سے اس کتاب کی حفاظت فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ ﴾ (حم السجده: ٤٢)

(٦) علامات ضبط اور علامات شکل، دونوں رسم سے متاخر ہیں، ان کو وضع کرنے کا مقصد کتاب اللہ کو تحریف و تصحیف سے محفوظ رکھنا ہے۔ ان علامات کو رسم میں کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ فقط نطق سلیم پر معاونت کرتی ہیں۔

(٧) مجمع البحوث الاسلامية بالأزهر ، مجامع الفقهية بالمملكة العربية السعودية اور هيئة كبار العلماء ، تینوں مجالس نے رسم عثمانی کے موضوع پر بحث و مباحثہ کرنے کے بعد، رسم عثمانی کے التزام کے وجوب اور جدید قواعد املائیہ کے مطابق کتابت کے عدم جواز پر اجماع کیا۔ کیونکہ رسم قیاسی قرآن مجید میں تحریف کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ اور یہ خود محل تغیر ہے۔ جبکہ اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور اسلام نے شر کے ذرائع اور اسباب فتن کو بند کرنے کا حکم دیا ہے۔

(۸) اسی طرح اس بحث سے، اس امت کی تمام امتوں پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنے آخری پیغام کی حفاظت کے لیے منتخب فرمایا ہے......

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ﴾ (فاطر: ۳۲)

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمیں اس عظیم امت اور اس کتاب کے حاملین میں شامل فرمایا۔

وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

شعبان محمد اسماعیل

مکۃ المکرمۃ

۱۴۱۸/۸/۱۷ھ

مراجع البحث

١- المصحف الشريف.

٢- إتحاف فضلاء البشر بالقراءات الأربعة عشر للدمياطى: أحمد بن محمد الشهير بالبنا (ت ١١١٧هـ) تحقيق الدكتور شعبان محمد إسماعيل ط. مكتبة الكليات الأزهرية، مصر.

٣- الإتقان في علوم القرآن لجلال الدين السيوطي (ت ٩١١هـ) تحقيق محمد أبو الفضل إبراهيم ط. المشهد الحسيني. القاهرة ١٩٦٧.

٤- أحكام القرآن لأبي بكر عبد الله المعروف بابن العربي (ت ٤٥٣هـ) تحقيق علي محمد البجاوي ط. عيسى البابي الحلبي - القاهرة.

٥- إعلام الموقعين عن رب العالمين لابن قيم الجوزية: أبو عبد الله محمد ابن بكر بن أيوب الدمشقي (ت ٧٥١هـ) ط. دار الجيل بيروت.

٦- البرهان في علوم القرآن لبدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر الزركشي (ت ٧٩٤هـ) تحقيق محمد أبو الفضل إبراهيم. ط. دار إحياء الكتب العربية، القاهرة.

٧- تاريخ ابن خلدون المسمى: كتاب العبر وديوان المبتدا والخبر لعبد الرحمن بن خلدون المغربى (ت ٨٠٨هـ) ط. دار الكتاب اللبنانى- بيروت ١٩٥٧م.

٨- تاريخ الطبرى المسمى: تاريخ الرسل والملوك. تحقيق محمد أبو الفضل إبراهيم. ط. دار المعارف بمصر ١٩٦٠م.

٩- تاريخ العرب قبل الإسلام للدكتور جواد علي. ط. دار العلم للملايين،

بيروت ١٩٦٩م.

١٠- تاريخ القرآن وغرائب وسمه وحكمه لمحمد طاهر عبد القادر الكردي ط. مكتبة المعارف - الرياض.

١١- تاريخ المصحف الشريف للشيخ عبد الفتاح عبد الغني القاضي (ت ١٤٠٣هـ) ط. مكتبة المشهد الحسيني بالقاهرة ١٩٦٥م.

١٢- تدريب الراوي في شرح تقريب النواوي للسيوطي. ط. المكتبة العلمية. المدينة المنورة ١٩٧٢. تحقيق عبد الوهاب عبد اللطيف.

١٣- جامع البيان عن تأويل القرآن المشهور بتفسير الطبري لأبي جعفر محمد بن جرير (ت ٣١٠هـ) تحقيق محمود محمد شاكر ط. دار المعارف بمصر ١٣٧٤هـ.

١٤- الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: أبي عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر الأندلسي (ت ٦٧١هـ) ط. دار الكتب المصرية ١٩٥٢م.

١٥- حجة القراءات لأبي زرعة: عبد الرحمن بن محمد بن زجلة (ت القرن الرابع تقريبًا هـ) تحقيق سعيد الأفغاني ط. مؤسسة الرسالة ١٤٠٤هـ.

١٦- الدر المنثور في التفسير بالمأثور للسيوطي. ط دار الفكر بيروت ١٤٠٣هـ.

١٧- رسم المصحف ونقطه للدكتور عبد الحي حسين الفرماوي ط. القاهرة.

١٨- رسم المصحف۔ دراسة لغوية تاريخية. للدكتور غانم قدّوري الحمد الطبعة الأولى - العراق ١٤٠٢هـ.

١٩- زاد المعاد في هدي خير العباد لأبي عبد الله محمد بن بكر بن أيوب المعروف بابن قيم الجوزية. ط. المكتبة الحسينية المصرية ١٩٢٨م.

٢٠- سراج القارئ المبتدي وتذكار المقرئ المنتهى لابن القاصح: أبو البقاء على بن عثمان بن محمد (ت ٨٠١هـ) المكتبة التجارية. القاهرة.

٢١- سمير الطالبين في رسم وضبط الكتاب المبين للشيخ علي محمد الضباع (ت ١٣٧٦هـ) قرأة ونقحه الشيخ محمد علي خلف الحسيني شيخ القراء والمقارئ بالديار المصرية . ط . مكتبة ومطبعة المشهد الحسيني بالقاهرة .

٢٢- سنن أبي داود: للحافظ أبي داود سليمان بن الأشعث السجستاني (ت ٢٧٥هـ) ومعه كتاب معالم السنن للخطابي (٣٨٨هـ) ط . دار الحديث - حمص سورية ١٣٨٨هـ - ١٩٦٩م .

٢٣- سنن ابن ماجه ، للحافظ أبي عبد الله محمد بن يزيد القزويني (٥ ٢٧هـ) تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي . ط دار الفكر . بيروت .

٢٤- سنن الترمذي (الجامع الصحيح) للإمام محمد بن عيسى بن سورة الترمذي (ت ٢٧٩هـ) م شرحه: تحفة الأحوذي لمحمد بن عبد الرحمن المباركفوري (٥ ١٣٥٣هـ) مطبعة الفجالة الجديدة بالقاهرة ١٣٨٧هـ .

٢٥- سنن النسائي: للحافظ أبي عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائي (ت ٣٠٣هـ) ط . دار الفكر - بيروت ١٣٤٨هـ .

٢٦- سير أعلام النبلاء للإمام شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان الذهبي (ت ٧٤٧هـ) تحقيق شعيب الأرناؤوه وجماعة . ط . مؤسسة الرسالة ١٤٠١هـ .

٢٧- شعب الإيمان للإمام البيهقي: أحمد بن الحسين بن علي (ت ٤٥٨هـ) تحقيق أبو هاجر: محمد بسيوني زغلول ط . دار الكتب العلمية - بيروت ١٤١٠هـ .

٢٨- الشفا بتعريف حقوق المصطفى للعلامة القاضي أبي الفضل عياض اليحصبي (٥٤٤هـ) وبهامشة مزيل الخفاء عن ألفاظ الشفاء للعلامة أحمد بن محمد بن محمد الشحتي (ت ٨٧٢هـ) ط . دار الكتب العلمية- بيروت .

٢٩- الصاحبي في فقه اللغة العربية ومسائلها وسنن العرب في كلامها للإمام أبي الحسين أحمد بن فارس (ت٣٩٥هـ) ط . دار الكتب العلمية . بيروت

١٤١٨هـ - ١٩٩٧م.

٣٠- صحيح البخاري: للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري (ت ٢٥٦هـ) مع فتح الباري بترقيم محمد فؤاد عبد الباقي. دار إحياء التراث العربي - القاهرة.

٣١- صحيح مسلم: للإمام أبي الحسن مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري (ت ٢٦١هـ) تحقيق محمد فؤاد عبد الباقي ط' دار إحياء التراث العربي.

٣٢- الطبقات الكبرى لابن سعد: أبو عبد الله محمد الزهري (ت ٢٣٠هـ) ط. دار صادر - بيروت ١٩٥٧م.

٣٣- عنوان البيان في علوم التبيان للشيخ محمد حسنين مخلوف ط. مصطفى البابي الحلبي ١٩٦٤م.

٣٤- عيون الأخبار لابن قتيبة: أبو محمد عبد الله بن مسلم (٥ ٢٧٦هـ) ط. دار المعارف بمصر ١٩٦٦ تحقيق الشيخ أحمد محمد شاكر.

٣٥- غيث النفع في القراءات السبع للشيخ على النووي الصفاقسي طبع بهامش "سراج القارئ" لابن القاصح ط. مصطفى البابي الحلبي.

٣٦- فتح الباري شرح صحيح البخاري للحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (٨٥٢هـ) ترقيم محمد فؤاد عبد الباقي ط. المكتبة السلفية.

٣٧- فضائل القرآن لأبي عبيد القاسم بن سلام (ت ٢٢٤هـ) تحقيق وهبى سليمان غاوجي ط. دار الكتب العلمية- بيروت.

٣٨- فضائل القرآن للحافظ ابن كثير (ت ٧٧٤هـ) تحقيق الدكتور محمد إبراهيم البنا، ط. دار القبلة ١٤٠٨هـ.

٣٩- فيض القدير شرح الجامع الصغير للعلامة محمد عبد الرؤف المناوي (ت ١٣٠١هـ) ط. دار المعرفة بيروت ١٣٩١هـ.

٤٠- القاموس المحيط للفيروز آبادي: مجد الدين محمد بن يعقوب (ت ٨١٧هـ) ط. مصطفى البابي الحلبي ١٩٥٢م.

٤١- القراءات في نظر المستشرقين والملحدين للشيخ عبد الفتاح القاضي ط. مجمع البحوث الإسلامية بالأزهر ١٩٧٢م.

٤٢- كتاب السبعة في القراءات لابن مجاهد: أبوبكر أحمد بن موسى ابن العباس البغدادي (ت ٣٢٤هـ) تحقيق الدكتور شوقي ضيف ط. دار المعارف بمصر ١٩٧٢م.

٤٣- كتاب المصاحف لأبي بكر عبد الله بن سليمان بن الأشعث السجستاني (ت ٣١٦هـ) دراسة وتحقيق ونقد الدكتور محب الدين عبد السبحان واعظ ط. وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية بدولة قطر ١٤١٦هـ - ١٩٩٥م.

٤٤- الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل للزمخشري: جار الله أبو القاسم محمود بن عمر (ت ٥٣٨هـ) تحقيق مصطفى حسين أحمد ط. المكتبة التجارية الكبرى بمصر ١٩٥٣م.

٤٥- الكشف عن وجوه القراءات السبع وعللها وحججها للإمام مكي بن أبي طالب القيسي (٤٣٧هـ) تحقيق محي الدين عبد الرحمن رمضان ط. مجمع اللغة العربية بدمشق ١٩٧٤م.

٤٦- لطائف الإشارات لفنون القراءات للقسطلاني: أبو العباس أحمد بن محمد (ت ٩٢٣ هـ) ط. المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية- القاهرة ١٩٧٢ تحقيق الشيخ عامر السيد عثمان والدكتور عبد الصبور شاهين.

٤٧- لطائف البيان في رسم القرآن شرح مورد الظمآن للشيخ أحمد محمد أبو زيتحار ط. مكتبة محمد علي صبيح القاهرة.

٤٨- مباحث في علوم القرآن للدكتور صبحي الصالح ط. دار العلم للملايين،

بيروت ١٩٦٤ .

٤٩- مجلة المجمع الفقهي التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي بجدة العدد الرابع السنة الثانية ١٤١٠هـ - ١٩٨٩م .

٥٠- المحكم في نقط المصاحف للداني: أبي عمرو عثمان بن سعيد (ت ٤٤٤هـ) ط القاهرة .

٥١- مذاهب التفسير الإسلامي - جولد تسيهر (إجناس) ترجمة الدكتور عبد الحليم النجار ط . مكتبة الخانجي . القاهرة ١٩٥٥ .

٥٢- المزهر في علوم اللغة وأنواعها للإمام السيوطي ط . دار إحياء الكتب العربية القاهرة ١٩٥٨ تحقيق محمد أحمد جاد المولى ومحمد أبو الفضل إبراهيم وعلى محمد البجاوي .

٥٣- مسند الإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١هـ) دار صادر ، بيروت .

٥٤- المستدرك على الصحيحين للحافظ أبي عبد الله الحاكم (ت ٤٠٥هـ) الطبعة الأولى بحيدر آباد - الهند سنة ١٣٣٤هـ .

٥٥- مصادر الشعر الجاهلي وقيمتها التاريخية للأستاذ ناصر الدين الأسد ط . دار المعارف الاهرة ١٩٦٩م .

٥٦- المصباح المنير في غريب الشرح الكبير للرافعي: تأليف أحمد بن محمد بن علي الفيومي (٧٧٠هـ) ط . المكتبة العلمية / بيروت .

٥٧- مع القرآن الكريم - دراسات وأحكام - حيدر قفة ط . دار الضياء - الأردن عمان الطبعة الأولى ١٤٠٧هـ - ١٩٨٧م .

٥٨- معجم البلدان لياقوت بن عبد الله الحموي: (ت ٦٢٦هـ) ط . مطبعة السعادة بمصر ١٩٠٦م .

٥٩- المعجم الصغير للطبراني: أبي القاسم سليمان بن أحمد (ت ٣٦٠هـ) ط . دار

الفكر ١٤٠١هـ.

٦٠- معرفة القراء الكبار للذهبي: شمس الإسلام محمد بن أحمد بن عثمان (ت ٧٤٨هـ) ط. دار الكتب الجديثة. القاهرة ١٩٦٩ تحقيق الشيخ محمد سيد جاد المولى.

٦١- مقدمة ابن خلدون ط. دار الكتاب اللبناني ١٩٥٦م.

٦٢- المقنع في رسم مصاحف الأمصار مع كتاب النقط لأبي عمرو الداني تحقيق الشيخ محمد الصادق قمحاوي ط. مكتبة الكليات الأزهرية.

٦٣- مناهل العرفان في علوم القرآن للزرقاني: محمد بن عبد العظيم ط. دار إحياء الكتب العربية، القاهرة ١٩٤٣م.

٦٤- منجد المقرئين ومرشد الطالبين للإسلام ابن الجزري: محمد بن محمد (ت ٨٣٣هـ) ط. مكتبة القدسي، القاهرة ١٣٥٠هـ.

٦٥- النشر في القراءات العشر لابن الجزري ط. دار الفكر. تصحيح الشيخ علي محمد الضباع.

كلية القرآن الكريم والتربية الاسلامية
کے اغراض ومقاصد

حاملین قرآن وسنت کی ایسی جماعت تیار کی جائے جو:

1. جہاں علوم شریعت سے اپنے دلوں کو جلا بخشے وہاں اپنے کردار وگفتار سے عملی ثبوت دے۔
2. ایسے بھولے بھٹکے لوگوں کے لئے مشعل راہ بنے جو مستشرقین کے من گھڑت نظریات کے زیر اثر احادیث رسول اللہ ﷺ سے بدظنی کے باعث لہجات قرآنی (قراءات سبعہ وعشرہ) کے معجز نما تنوع کے منکر ہیں۔
3. برصغیر پاک وہند میں رائج درس نظامی کے ساتھ ساتھ تجوید وقراءات کی مکمل تعلیم وتدریس کا انتظام کیا جائے تاکہ عالم غیر قاری اور قاری غیر عالم کے تصور کو ختم کر کے دونوں حقیقتوں کو یکجا کیا جائے جس سے ایک تو علماء وقراء کا وقار واحترام بڑھے اور دوسرا دین حنیف کی اصل روح نکھر کر سامنے آئے۔
4. ایسی تحقیقاتی کمیٹی (Research Council) کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جو تجوید وقراءات وعلوم قرآن ومعجزات قرآنی میں تحقیق وتدقیق وتمحیص کے بعد آسان وعام فہم لٹریچر اور کتب اوران کی (Websites) کو فعال کر سکے اور منکرین قرآن وحدیث کے اعتراضات کا مثبت انداز میں دلائل وبراہین سے مسکت جواب دے سکے۔
5. قرآن مجید کے متنوع لہجات وقراءات کو جہاں کتابی اور لیکچرز کی شکل میں محفوظ کریں وہاں ان کی ادائیگی کو بہتر کرنے کیلئے ریکارڈنگ کریں تاکہ معجزہ قرآنی کو کتابۃً وتلاوۃً واداءً پوری دنیا میں جدید تقاضوں کے مطابق پہنچایا جائے۔